عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۳ ۔ شمارہ نمبر: ۲۵
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

....اور میں زندہ ہوں؟

خلیفۂ اول، غارِ یارِ رسولؐ

سیدنا ابوبکر صدیقؓ

وزیر اعلیٰ سندھ کا اعترافِ حقیقت

اوران کی خدمت میں چند گذارشات

کیا حکومتِ پنجاب اور وفاقی گورنمنٹ توجہ کرے گی؟

قادیانیت سیاسی تحریک، مذہبی بہروپ

جمعہ کی اذان اوّل

تقریر کے مروجہ نظام کو تبدیل کرنے کی ضرورت

احسان اللہ شائق، جامعہ حمادیہ کراچی

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر سی زندگی دی ہے۔ اس میں ہروقت یہ فکر دامن گیر رہنی چاہئے کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہی گزرے کوئی لمحہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ گزرے، خود بھی نیکی اور بھلائی کا کام کرتا رہے اور دوسروں کو بھی نیکی کے راستہ پر لگانے اور گناہوں سے بچانے کی فکر کرے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بزعم خود نیکی سمجھ کر کوئی کام کریں اور وہ گناہ بن جائے۔ اللہ کی رضا اور ثواب کی بجائے ناراضگی اور عذاب کا سبب بنے اور پھر کیا کرایا سب برباد ہو جائے۔ ایسا ہی ایک گناہ جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کرنا اور دوسرے ایسے کاموں میں مشغول رہنا ہے جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہوں جبکہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ وذروا البیع۔ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (سورۃ الجمعہ)۔

ترجمہ "اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو اور خرید و فروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل مانعہ عن السعی کما فی رد المختار) چھوڑ دیا کرو (اور تخصیص بیع بوجہ زیادہ اہتمام کے ہے کہ اس کے ترک کو فوت نفع سمجھا جاتا ہے) یہ (چل پڑنا بیع وغیرہ کو چھوڑ کر) تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہو۔"

(ماخوذ از خلاصہ تفسیر معارف القرآن ص۴۳۹ ج۸)

فائدہ اس آیت مبارکہ نے نماز جمعہ کی اذان کے بعد فوراً جمعہ کی تیاری کا حکم دیا ہے اور خرید و فروخت اور دیگر ان تمام مشاغل کو حرام قرار دے دیا ہے جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہوں، جس اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے اس سے کون سی اذان مراد ہے آیا اذان اول یا اذان ثانی؟ اس بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق ملاحظہ فرمایئے۔ اذان جمعہ شروع میں صرف ایک تھی جو خطبہ کے وقت امام کے سامنے کہی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پھر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اسی طرح رہا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اور اطراف مدینہ میں پھیل گئی۔ امام کے سامنے والی (یعنی خطبہ) کی اذان دور تک سنائی نہ دیتی تھی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک اور اذان مسجد سے باہر اپنے مکان زوراء پر شروع کرادی جس کی آواز پورے مدینہ میں پہنچنے لگی۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اس لئے یہ اذان اول باجماع صحابہ مشروع ہو گئی اور اذان جمعہ کے وقت بیع و شراء وغیرہ تمام مشاغل حرام ہو جانے کا حکم جو پہلے اذان خطبہ کے بعد ہوتا تھا اب پہلی اذان کے بعد سے شروع ہو گیا کیونکہ الفاظ قرآن (اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ) اس پر بھی صادق ہیں یہ تمام باتیں حدیث و تفسیر اور فقہ کی عام کتابوں میں بلا اختلاف مذکور ہیں۔ (معارف القرآن ص۴۴۳ ج۸)

بہرحال حضرت مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ بیع و شراء اور دیگر تمام مشاغل جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہوں۔ وہ جمعہ کی اذان اول کے بعد سے شرعاً ممنوع اور حرام ہیں۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہاں اس گناہ میں ابتلاء عام ہے حتیٰ کہ اس کے گناہ ہونے کا تصور بھی دلوں سے نکلتا جارہا ہے۔ اصلاح حال کی کوشش بھی ناپید ہو گئی ہے۔

حالانکہ اس گناہ سے بچنا اور بچانا کوئی بڑی مشکل بات نہیں۔ معمولی توجہ کے ذریعہ اس جرم عظیم سے بچایا جاسکتا ہے۔

ایک تو یہ کہ اول وقت جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں حاضری کے فضائل سننے اور سنانے کا اہتمام ہو۔

دوسرا یہ کہ ہمارے ہاں جو اذان و تقریر اور خطبہ کا مروجہ نظام ہے اس کو تبدیل کیا جائے۔

مروجہ نظام میں اذان اول اور اذان ثانی کے درمیان ڈیڑھ دو گھنٹے کا وقفہ ہو جاتا ہے۔ اس عجلت پسندی کے زمانے میں اتنی دیر تک تمام مشاغل کو چھوڑ دینا اگرچہ ناممکن نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔

ظاہر بات ہے لوگوں کو اس مشکل میں ڈالنے کے اصل ذمہ دار اہل مساجد ہی ہیں۔ تو اس وقفہ میں سعی الی الجمعہ کو چھوڑ کر دوسرے مشاغل اختیار کرکے لوگ جو گناہ کمائیں گے۔ اس میں مسجد کی انتظامیہ بھی برابر کی شریک ہوگی لہٰذا اس گناہ سے بچنے بچانے کو آسان بنانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ تقریر وقت مقررہ پر شروع کردی جائے۔ جب تقریر ختم ہو اذان اول کہی جائے۔ پھر سنت کے لئے وقفہ دیا جائے اس کے بعد اذان خطبہ کہی جائے۔ اس طرح اذان اول اور ثانی کے درمیان وقفہ کم ہوگا لوگوں کے لئے اس گناہ سے بچنا بھی آسان ہوگا۔

تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور فرما کر اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

انسان کی آخری آرام گاہ

ملک عبدالمالک گاؤں خوشحالہ، مانسہرہ

بظاہر مٹی کا ایک ڈھیر لیکن عبرت کا مقام

آپ کا کبھی نہ کبھی تو قبرستان جانا ہو ہی جاتا ہے۔ اگر اپنی موت کو یاد کرنے اور اپنے بزرگوں کی دعائے مغفرت اور فاتحہ کے لئے بھی نہیں جانا ہوتا تو جس دن کوئی بڑا آدمی مر جاتا ہے، اس دن تو آپ کے لئے ضروری جانا اور نام کے لئے شکل دکھانا۔ وہاں آپ اللہ کے لئے اور ثواب سمجھ کر نہیں جاتے بلکہ دنیاداری اور ریاکاری کی وجہ سے جاتے ہیں کہ اگر ہم اس کے نہ گئے تو پھر یہ ہمارے نہیں آئیں گے۔ بہرحال یہاں یہ بات عرض نہیں کرنی بلکہ یہاں جو بات عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے قبرستان جا کر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مٹی کے ڈھیر دیکھے ہی ہیں جن کو اپنی زبان میں قبریں کہا جاتا ہے یہ مٹی کے ڈھیر نہیں بلکہ یہ ہمارے ہی جیسے انسانوں کی اور ہمارے ہی بھائیوں کی قبریں ہیں جو ہم سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ یہ آرام گاہیں ساری کی ساری بظاہر مٹی کے ڈھیر دکھائی دیتے ہیں لیکن اندر سے ان کا حال ایک جیسا نہیں جس طرح سے گوشت پوست تو سب آدمیوں میں مشترک ہوتا ہے گوشت پوست کے ان ڈھانچوں میں کتنے غمگین ہوتے ہیں اور کتنے خوش کتنے بیمار اور کتنے تندرست۔ اسی طرح سے یہ قبریں بظاہر مٹی کا ڈھیر دکھائی دیتے ہیں لیکن یاد رکھو ان کے اندر حسرت ہی حسرت اور عذاب ہی عذاب ہے۔ کوئی ان میں جنت کا باغ ہوتی ہیں اور کوئی جہنم کا گڑھا ان کے اوپر چہروں پر طرح طرح کی گل کاریاں کر اندر بلائیں اور آگ کے شعلے قبروں پر بظاہر تو سکون معلوم ہوتا ہے لیکن اندر بڑے بڑے فتنے ہیں۔

تو نے منصب بھی کوئی پایا تو کیا
گنج و سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالی شان بھی بنوایا تو کیا
دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا
ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن
قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن
اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ کراچی انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ● شمارہ نمبر ۲۵ ● بتاریخ ۱۵ر جمادی الاخریٰ تا ۲۱ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ ● بمطابق ۱۹ر نومبر تا ۲۵ر نومبر ۱۹۹۴ء

اِس شمارے میں

۱۔ جمعہ کی اذان اول ____ ۲
۲۔ اداریہ ____ ۴
۳۔ اسلام کا پیغام ____ ۶
۴۔ اور میں زندہ ہوں ____ ۷
۵۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ ____ ۱۳
۶۔ احترام آدمیت ____ ۱۴
۷۔ ناموس رسالتؐ کے پروانے ____ ۱۵
۸۔ قادیانیت۔ سیاسی تحریک مذہبی بہروپ ____ ۱۸
۹۔ گیارہویں صدی کا ایک مسیح کذاب ____ ۲۱
۱۰۔ اخبار ختم نبوت ____ ۲۲
۱۱۔ شہاب نامہ سے ایک دلچسپ واقعہ ____ ۲۴
۱۲۔ جامع مسجد توحید گلشن حدید میں جلسہ ختم نبوت ____ ۲۵
۱۳۔ مجلس عمومی کا اجلاس ____ ۲۷

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

تزئین
خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۱۰۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات و انڈیا ۵۰ ڈالر
چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۲۰۳ – ۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۴۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

پبلشر : عبدالرحمن باوا ○ طابع : سید شاہد حسن ○ مطبع : القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت : ۱۰۳ پرنز لائن کراچی

وزیر اعلیٰ سندھ کا اعتراف حقیقت اور ان کی خدمت میں چند گزارشات

جنگ گروپ کے اخبار "عوام" کی اپنے اسٹاف رپورٹر کے حوالے سے خبر ہے کہ۔

۳۰ اکتوبر۔ وزیر اعلیٰ سندھ سید عبداللہ شاہ نے علماء اور بزرگوں پر زور دیا ہے کہ وہ ملک سے فرقہ واریت اور مذہبی منافرت کے خاتمہ کی کوششوں میں حکومت کا ساتھ دیں۔ اس بات کا اظہار انہوں نے "سالانہ محفل نعت" کی تقریب کے موقع پر مہمان خصوصی کی حیثیت سے تقریر کرتے ہوئے کیا۔ سید عبداللہ شاہ نے کہا کہ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں آمر حکمرانوں نے صرف اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کی خاطر اسلام کے مقدس نام کو استعمال کیا لیکن انہوں نے کبھی بھی اسلامی اصولوں پر عمل کرنے اور اس کو عملی طور پر نافذ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔"

وزیر اعلیٰ صاحب کی تقریر کے دو جملے اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ مذہبی منافرت و فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے حکومتی سطح پر کوششیں جاری ہیں مگر علماء کرام اور بزرگوں کی جانب سے ان کوششوں میں حکومت کا ساتھ نہیں دیا گیا' جس کو طلب کیا جارہا ہے۔

دوسرا نکتہ یہ کہ آمر حکمرانوں نے محض اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر اسلام کا مقدس نام استعمال کیا' اسلام کے اصولوں پر نہ خود حکمرانوں نے عمل کرنا چاہا اور نہ عملی طور پر ملک میں نافذ کرنے کی زحمت گوارا کیا۔ آمر حکمرانوں پر تنقید سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ موجودہ حکومت چشم بددور ملک میں اسلام کا نفاذ بھی فرمارہی ہے' اور موجودہ حکمران اسلام کے اصولوں پر خود بھی سختی کے ساتھ عمل کررہے ہیں۔

ان دونوں نکتوں کو غور سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ وزیر اعلیٰ سندھ بہت دردمند دل رکھنے والے حکمران ہیں۔ جن کو افتراق امت کا فتنہ اور نفاذ اسلام کے لئے حکمرانوں کا منافقانہ طرز عمل ہمیشہ مغموم رکھتا ہے۔ اسی ضمن میں وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت عالیہ میں چند گزارشات پیش کرنا ضروری خیال ہوا۔

فرقہ واریت اور مذہبی منافرت اسلام کی نظر میں پسندیدہ فعل نہیں' اور نہ ہی عقل و انصاف کی رو سے قابل ستائش ہے۔ اسلام کے اصول و فروع اور تعلیمات نہایت واضح' سادہ اور صاف ستھرے ہیں جن کا اجمالی و تفصیلی بیان و تذکرہ قرآن کریم اور حدیث و فقہ کے مجموعوں میں موجود ہے اور یہ سب کچھ چودہ سو سال سے محفوظ و معلوم چلا آرہا ہے۔ ان اصول و تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مسلمان پوری دنیا پر چھاگئے اور ایک ہزار سال تک بلا شرکت غیرے سپر قوت کے طور پر دنیا کے تین بڑا عظموں کے وسیع ترین علاقوں پر اسلام کا پھریرا لہراتے رہے۔ مگر شومئی قسمت' بعد کے حکمرانوں کی بداعمالیوں کے نتیجے میں ۱۸۷۵ء میں برصغیر میں اور ۱۹۲۰ء میں باقی دنیا میں اپنوں کی غداریوں کے سبب مسلمانوں کی قوت کچل کر رکھ دی گئی۔ اب دنیا پر ایک ایسی قوم کو غلبہ حاصل ہوگیا جو مکاری میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی اور سفاکی میں چنگیزیت کو بھی مات کردینے والی تھی۔ وہ قوم انگریزی امپریلزم کے عنوان سے سو سال تک مسلمان سلطنتوں کو روندتی رہی۔ برصغیر میں اس سفاک قوم کی حکمرانی کی بنیادی پالیسی مذہبی منافرت پیدا کرکے مسلمانوں کو گروہوں میں بانٹ دینے پر مبنی تھی۔ اول اول فروعی مسائل کی بنیاد پر تفرقہ بازی کو پروان چڑھانے کی کوششیں کیں' مگر اس میں مطلوبہ مقاصد کی تکمیل نہ دیکھتے ہوئے امت مسلمہ کے بنیادی اصولوں پر تیشہ زنی کی غرض سے جہاں اور بہت سے فتنے اٹھائے گئے' وہاں ایک نئی نبوت کا گھڑاک بھی گھڑا گیا اور اس کے لئے قادیان کے اپنے پرانے نمک خوار اور قوم کے مسلمہ غدار غلام مرتضیٰ کے ناہنجار خلف مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا گیا۔ اس زندیق نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے منصب نبوت پر شب خون مارا اور دجل و تاویل کے چکر میں پھنس کر اپنے نبی ہونے کا اعلان کردیا۔ پھر استعماری قوت کے بل بوتے پر ہر طرح سے اس ناہنجار کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی گئی بلکہ اس کی تشہیر و حفاظت کے تمام وسائل و ذرائع مہیا کردیئے گئے۔ اس ظالم نے مسلمانوں کی مرکزیت محبوبیت کی محور ہستی حضرت محمد ﷺ کی شان میں وہ وہ ہفوات و خرافات اپنی غلیظ زبان و قلم سے بکیں کہ مسلمان تڑپ کر رہ گئے۔ غلامی کی زنجیروں میں زخمی شیر سینتالیس سال تک تڑپتے رہے' کڑھتے رہے مگر ان کے زخموں پر نمک پاشی کا عمل جاری رہا۔

قیام پاکستان کی جدوجہد میں خون مسلمانوں کا بہا' عزتیں مسلمانوں کی لٹیں' گھر سے بے گھر مسلمان ہوئے' مصائب و آفات مسلمانوں نے برداشت کئے' مگر یہ مسلمان جب آزاد پاکستان کی سرحدوں میں داخل ہوئے اور ذرا سستانے کے بعد ان کو ہوش آیا تو دیکھا کہ حکمرانوں کے زیر سایہ ختم نبوت کے اسی ڈاکو کی ذریت پاکستان سرکار کے تمام کلیدی عہدوں پر مسلط کردی گئی ہے جن کا سرغنہ سر ظفر اللہ خان قادیانی تھا۔ مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا تو لاہور اور پنجاب کی سرزمین مسلم خون سے' ختم نبوت کے پروانوں کے خون سے' لالہ زار بنادی گئی اور حکمران چین کی بنسی بجاتے رہے۔ خواجہ ناظم الدین' غلام محمد گورنر جنرل' اسکندر مرزا' ایوب خان' یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو تک سب حکمرانوں کی نوازشیں قادیانیوں پر موسلادھار برستی رہیں۔ علماء کرام اور دردمند مسلمانوں کے لئے جیلوں کی سلاخیں مضبوط کردی گئیں' سرکاری بندوقوں کی سنگینوں اور گولیوں نے ان کے خون سے پیاس بجھائی۔ کسی ظالم کو نہ مسلمانوں پر رحم آیا' نہ اسلام پر۔ نہ نبی رحمت خاتم النبیین ﷺ سے حیا آئی کہ قیامت کو کیا منہ لے کر آپ کے سامنے جائیں گے۔ اور نہ اللہ کی قہاریت و جلال کا ان ظالم حکمرانوں کو احساس ہوا کہ اس کی گرفت شدید ہے اور وہ ظالموں کی رسی کو ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ ان سب حکمرانوں کو مکافات عمل سے گزرنا پڑا۔ غلام محمد اور اسکندر مرزا ذلت آمیز انجام سے دوچار ہوئے۔ ایوب خان ایوب کتا ہائے ہائے کے نعرے سنتا ہوا چلا گیا۔ یحییٰ خان ذلت آمیز نظربندی کی سلاخوں کے پیچھے انجام کو پہنچا۔ بھٹو نے قادیانیوں سے بہت معافی مانگی مگر اللہ کی نہیں مانی' بھیانک انجام دنیا نے دیکھ لیا۔

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

محترم وزیر اعلیٰ صاحب! صرف وہ گروہ جو غدار ختم نبوت ہے' آپ کے نانا حضرت محمد ﷺ اور ان کے اصحاب و اولاد کا دشمن ہے' اس کی تبلیغی و سازشی سرگرمیوں کا جائزہ لیجئے' ان کے روابط و کوائف حاصل کر کے اپنے زیر اقتدار صوبے میں قانون کے دائرے میں رہنے کا پابند کر لیجئے۔ یہ آج جتنی فرقہ واریت اور مذہبی منافرت آپ کو نظر آتی ہے خود بخود ملیا میٹ ہو جائے گی۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت جن حالات سے قوم دوچار ہے یہ عذاب الٰہی ہے۔ دیگر عوامل کے ساتھ اس کا سب سے بڑا سبب ہمارے حکمرانوں کی طرف سے غداران ختم نبوت کو من مانی کرنے کی کھلی چھوٹ دینا ہے۔ ہر شعبے میں ان کو مراعات دے کر ان کی سرپرستی کرنا ہے۔

محترم! اپنے صوبے میں آئین پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔ سی کے عملاً نفاذ کو یقینی بنا کر کراچی اور سندھ کے مختلف علاقوں میں ڈش انٹینا پر بوسٹر لگا رکھے ہیں جن سے قادیانیت کی تبلیغ کی جاری ہے' ان پر نہ صرف قانونی پابندی عائد کی جائے بلکہ جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا ضروری ہے۔ قادیانیوں کی مسلم قبرستانوں میں مردم شماری پر نظر رکھئے۔ علماء کا بھرپور تعاون آپ کو حاصل ہوگا۔ اللہ کی نصرت آئے گی۔ فرقہ واریت دم توڑ دے گی' مذہبی منافرت کا قلع قمع ہو جائے گا۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے نیک نیتی کے ساتھ اس جانب قدم تو اٹھایئے۔

دوسری بات' نفاذ اسلام کے بارے میں حکمرانوں کی جس منافقت کا تذکرہ آپ نے کیا وہ واقعی غمناک طرز عمل کا مظہر ہے۔ موجودہ حکومت اسلام کی سربلندی کے لئے جو کچھ کر رہی ہے وہ یہ ہے دینی مدارس (جو اسلام کی پناہ گاہیں ہیں) ان کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ ویسے تو آنجناب کو آئین کی رو سے اتنے اختیارات حاصل ہوں گے کہ اسلام کے بہت سے پاکیزہ قوانین آپ صوبے کے اندر نافذ و رائج کر سکتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو اتنا تو ممکن ہے کہ دینی مدارس اور دینی اداروں کی بیخ کنی کے لئے مرکزی حکومت کے احکامات و اقدامات پر عملدر آمد کے بجائے سلیقے کے ساتھ واپس اسی ایوان کو بھیج دیتے ہیں۔ اس طرح نفاذ اسلام کی سعادت سے محرومی تو اپنی جگہ' کم از کم دین مٹانے کے جرم میں شرکت سے بچاؤ تو ممکن ہے۔

محترم یاد رکھئے اللہ تعالیٰ رحیم و کریم بھی ہیں اور غفور و رؤف بھی اور ذوالبطش الشدید اور ذوانتقام بھی' اس کی صفات عالیہ ہیں۔ آخر الذکر صفات کے ظہور سے پیشتر غفور و رؤف کی رحیمی و کریمی کے دامن میں پناہ ڈھونڈھ لیجئے۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

برسلز (بیلجیم) ختم نبوت کانفرنس

برسلز ۳۰ اکتوبر (پ ر) مسلمان اپنی صفوں میں مکمل اتحاد کے ذریعہ دشمن کے عزائم کو ناکام بنا دیں۔ عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے مسلمان اپنا کردار ادا کریں۔ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا اساسی عقیدہ ہے اور مسلمان اس عقیدہ سے جذباتی حد تک وابستگی رکھتے ہیں۔ یہ بات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت برسلز کے زیر اہتمام مولن بیک برسلز میں منعقد ہونے والی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس سے علمائے کرام نے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے ناروے' ہالینڈ اور بیلجیم کے دور دراز کے علاقے کے مسلمان کثیر تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ بتایا گیا کہ بہت عرصے کے بعد برسلز میں اتنا بڑا مجمع دیکھنے میں آیا۔ کانفرنس کی صدارت جمعیت العلمائے برطانیہ کے نائب امیر مولانا عبدالرشید ربانی نے کی جبکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا عبدالرحمٰن باوا مہمان خصوصی تھے۔ مولانا عبدالرشید ربانی نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج سب سے بڑی ضرورت مسلمانوں میں اتحاد کی ہے اور اتحاد کے ذریعہ ہی دشمن کے عزائم کو ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے مسلمانوں کے اتحاد ہی نے ۱۹۷۴ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ مولانا عبدالرحمٰن باوا نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دی جانے والی آئینی ترمیم' قادیانی آرڈیننس نیز ناموس رسالت کے قانون کو اگر چھیڑا گیا تو مسلمان اس کو برداشت نہیں کریں گے۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ امریکہ میں دیئے گئے مرزا طاہر کے بیانات کا نوٹس لے اور قادیانی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھے۔ قادیانی پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کا پیغام اور مشن یورپ بھر میں پھیلانے کے لئے منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مشن ایک پرامن مشن ہے۔ ہمارا مقصد عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنا نیز مسلمانوں کو قادیانیت کی حقیقت سے آگاہ کرنا تاکہ مسلمان گمراہی سے بچیں۔ کانفرنس کے چیف آرگنائزر امام مسجد پاکستان اسلامک سینٹر برسلز حاجی عبدالحمید نے کہا کہ ختم نبوت کے اس مقدس پلیٹ فارم اور اس اجتماع میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور لوگوں کی شرکت نے واضح کر دیا ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس رسالت کے مسئلے پر ایک مشترکہ موقف رکھتے ہیں۔ انہوں نے بیلجیم کے مسلمانوں کو دعوت دی کہ ختم نبوت کے کاز کے لئے ہمارا ساتھ دیں۔ جمعیت العلمائے برطانیہ کے مولانا اسلم زاہد نے کہا کہ حضور ﷺ سے محبت و اتباع شرط ایمان ہے۔ کانفرنس سے مولانا اختر' حافظ نذیر احمد' مولانا سردار احمد قادری' راجہ طاہر' مولانا عبدالحکیم' مولانا قریشی نے خطاب کیا۔ کانفرنس میں قراردادوں کے ذریعہ حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے نیز امریکہ میں مرزا طاہر کے بیانات کا نوٹس لینے اور ان پر کڑی نگاہ رکھنے کا مطالبہ کیا گیا۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ توہین رسالت کے قانون کو موجودہ شکل میں برقرار رکھا جائے۔ کانفرنس نے پاکستان میں جاری لسانی و مذہبی فسادات پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ کانفرنس نے کشمیر' بوسنیا' فلسطین' برما اور دیگر ممالک میں جاری تحریک آزادی کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔ کانفرنس نے قاہرہ کانفرنس کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی۔

عبدالرحمٰن باوا برسلز بیلجیم۔ ۹۴-۱۰-۳۱

پروفیسر نثار احمد فاروقی 'دہلی یونیورسٹی

اسلام کا پیغام

اسلام دنیا کے بڑے مذہبوں میں سے ایک ہے۔ اس کی بنیاد کسی فلسفے پر نہیں بلکہ وحی الٰہی یعنی Divine Guidance پر ہے۔ انسان کا علم بھی محدود ہے' سمجھ بھی ناقص ہے۔ اس لئے زندگی' کائنات اور حقیقت اعلیٰ Ultimate Truth کو جاننے کے لئے انسان کا علم کافی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہدایت اور رہنمائی خدا کی طرف سے ملے۔

یہ ہدایت اللہ کے خاص بندوں کے ذریعہ ہر زمانہ میں اور ہر قوم کو ملتی رہی ہے۔ قرآن کہتا ہے لکل قوم ھاد ہر قوم میں ہدایت دینے والا بھیجا گیا ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں ان کو نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ نبی کا مفہوم ہے ان باتوں کی خبر دینے والا جنہیں ہم دیکھ نہیں رہے ہیں۔ جیسے کوئی شخص ایک بلند ٹیلے پر کھڑا ہو اور ٹیلے کے دونوں طرف ہونے والی باتوں کو دیکھ رہا ہو۔ اس طرف کھڑے لوگوں کو دوسری طرف کی باتیں اپنی آنکھوں دیکھی بتا رہا ہو۔

رسول کے معنی ہیں قاصد' ایلچی' نمائندہ یا ہرکارہ' اللہ کی طرف سے اس کے احکام بندوں تک پہنچانے والے کو رسول کہتے ہیں۔ اللہ کے ان خاص بندوں میں سے صرف ۲۰'۲۵ نبیوں اور رسولوں کے نام قرآن میں ملتے ہیں۔ مگر خود قرآن کہتا ہے کہ کچھ رسولوں کا ہم نے ذکر کیا ہے اور کچھ کا ذکر نہیں کیا۔ حدیث کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے ہیں اور ہر قوم اور ہر ملک میں آئے ہیں۔ ہندوستان بھی ایک بہت بڑا ملک ہے' یہاں کی تہذیب بھی ہزاروں سال پرانی ہے۔ یہاں بھی یقیناً بہت سے نبی آئے ہوں گے۔ قرآن میں ایک پیغمبر کا نام ذوالکفل ملتا ہے اور ان کے بارے میں کہیں دوسری جگہ کچھ تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔ بعض مسلمان علماء کا یہ خیال ہے کہ کفل دراصل کپل کی عربی شکل ہے۔ ذوالکفل کے معنی کپل والا' مہاتما گوتم بدھ کپل وستو میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ ان کی طرف اشارہ ہے' کچھ عالموں نے شری کرشن جی مہاراج کو بھی نبی مانا ہے لیکن یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ہزاروں برس کے الٹ پھیر میں قصے کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔ انسان کا حافظہ بہت سی باتوں کو بھول جاتا ہے۔ بہت سی باتیں اپنی طرف سے بڑھا دیتا ہے۔ کچھ باتوں کو اس کی ناقص عقل سمجھ نہیں پاتی۔ اس لئے قصوں کہانیوں میں اور دیو مالا میں ان بزرگوں کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے اسے تاریخی سچائی سمجھنا غلط ہو گا۔

اسلام کے معنی ہیں امن' سلامتی' شانتی۔ سماج کا فساد سے' بگاڑ اور بے ایمانی سے پاک صاف رہنا اسلام کا مقصد ہے۔ قرآن کریم نے بعض قوموں پر یہی الزام لگایا ہے کہ وہ اصلاح سدھار اور ترقی کے نام پر بگاڑ اور تباہی پیدا کر رہے ہیں۔ دور کیوں جائیے ہمارے زمانہ میں دنیا بھر میں جو لاکھوں مہلک ہتھیار پھیل گئے ہیں یہ سب ترقی کے نام پر ہی تو ہوا ہے۔

اسلام کی ضد کفر اور شرک ہے۔ ہمارے بہت سے بھائیوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ کافر یا مشرک کہنا گالی دینے کے برابر ہے۔ حالانکہ ان دونوں لفظوں میں گالی دینے یا حقیر سمجھنے کا کوئی اشارہ نہیں ہے۔ شرک کے معنی ہیں شریک بنانا۔ جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کے ساتھ کوئی اور بھی اس کائنات کا چلانے والا' مارنے یا جلانے والا ہے اسے مشرک کہا جائے گا جس کے لئے انگریزی میں لفظ Polythist ہے۔ کافر کے معنی ہیں انکار کرنے والا' چھپانے والا' پرانی آسمانی کتابوں میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے آنے کی بشارتیں لکھی ہوئی تھیں۔ جب آپ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو کچھ فرقوں نے آدی گرنتھوں کی ان عبارتوں کو چھپانا یا بدلنا شروع کر دیا اور حضرت محمد ﷺ کو سچا نبی ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کے لئے عربی زبان میں لفظ کافر آتا ہے۔

قرآن میں یہ لفظ صرف عرب قبیلوں کے Context میں استعمال ہوا ہے' ان سے جہاد اور قتال کا حکم ہے۔ قتال کے معنی قتل کرنا نہیں ہے بلکہ صرف جنگ یا War کے لئے آتا ہے۔ اس میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ اگر وہ تمہیں (یعنی عرب کے پہلے دور کے مسلمانوں کو) تمہارے گھروں سے نکال دیں یا فتنہ پیدا کریں تو ان سے جنگ کرو۔ اس جنگ کا حکم ایسا ہی ہے جیسے سری کرشن جی مہاراج نے بھگوت گیتا میں یدھ اور کرما کا فلسفہ بتایا ہے۔ جنگی تاریخ کے ماہرین جانتے ہیں کہ اکثر حالات میں امن قائم کرنے کے لئے جنگ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک سرجن بدن کا فاسد مادہ دور کرنے کے لئے آپریشن کرتا ہے۔

اسلام خود کوئی نیا مذہب نہیں بتاتا۔ وہ دین فطرت ہے۔ اللہ نے انسانوں کے سماج میں پہلے دن سے نبی' رسول' ہدایت دینے والے اور سیدھا راستہ دکھانے والے بھیجے ہیں۔ جو پیغمبر بعد میں آئے ہیں' انہوں نے اگلے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے' بعض نبیوں کو صحائف آسمانی یعنی Divine Scriptures دیئے گئے ہیں۔ ان میں بہت سے ضائع ہو گئے ہیں۔ بعض کی اصل نہیں ملتی' ترجمے ملتے ہیں۔ بعض کو بعد میں Revise کیا گیا ہے۔ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ تم ایسی ایک سورۃ یعنی کم از کم تین فقرے لکھ کر دکھاؤ اور اپنے گواہوں کو بلا لو کہ وہی یہ فیصلہ کر دیں کہ تمہاری لکھی ہوئی عبارت قرآن کا مقابلہ کر رہی ہے یا نہیں اور یہ دعویٰ اس عرب سماج میں کیا گیا تھا جس کی فصاحت و بلاغت' زبان و بیان پر قدرت کو آج بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ عرب اپنے سوا دنیا کی ساری قوموں کو عجم یعنی گونگا یا بے زبان سمجھتے ہیں مگر قرآن کے اس چیلنج کو کوئی قبول نہ کر سکا کہ اس جیسے تین چار فقرے لکھ دیتا۔ پھر اللہ نے قرآن میں یہ بھی اعلان کیا کہ اسے ہم نے اتارا ہے۔ اور ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ ہر زمانے میں مسلم سماج میں ہزاروں لاکھوں ایسے انسان رہے ہیں جنہیں شروع سے آخر تک پورا قرآن زبانی یاد ہوتا ہے اور ہر سال مسجدوں میں رمضان کے مہینے میں پورا قرآن سنایا جاتا ہے۔

ایک بات اور بھی حیرت میں ڈالنے والی ہے۔ جو لوگ عربی زبان جانتے ہوں' وہ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھا گیا ہے اور ان سے سیکڑوں کتابیں بن گئی ہیں۔ آپؐ کے ارشادات کو "حدیث" کہا جاتا ہے اور حدیث کی روایت کو ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف ساڑھے پانچ لاکھ راویوں یعنی Transmitters نے پہنچایا ہے اور ان ساڑھے پانچ لاکھ راویوں کے حالات زندگی یعنی Biographical Notices بھی جمع کئے گئے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ ان میں کون سچا تھا کون جھوٹا تھا۔ مگر جتنی حدیثیں روایت ہوئی ہیں ان کا انداز اور Diction قرآن سے بالکل مختلف ہے۔ اگر قرآن حضرت محمدؐ کا لکھا ہوا ہوتا تو اس کے اور حدیث کے انداز میں کہیں

کہیں تو یکسانی ضروری پائی جاتی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ قرآن تئیس برسوں میں نازل ہوا اور کبھی لمبے عرصے تک کوئی وحی نہیں آتی تھی۔ وحی کے نہ آنے کا طویل ترین وقفہ پونے تین برس بتایا گیا ہے۔ اس مدت میں آپ نے کبھی وحی کے آنے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ نہایت بے چینی سے اس کا انتظار کرتے رہے۔

قرآن نے صاف لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ۔

"اے محمدؐ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں' بس اتنا فرق ہے کہ میرے پاس اللہ کا پیغام(وحی) آتا ہے۔"

آپ نے کسی طرح کی Divinity کا دعویٰ نہیں کیا۔ عام انسانوں کی طرح رہے۔ مخالف ہنسی بھی اڑاتے رہے کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں جو بازار میں چلتے پھرتے ہیں۔ آپ نے دعا مانگی تو یہ کہ۔

"اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھیو' مسکین کی حالت میں ہی موت دیجیو اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ ہی اٹھائیو۔"

اسلام میں داخل ہونے کے لئے کوئی خاص رسم نہیں ہے بس زبان سے کلمہ پڑھنا ہوتا ہے اور دل سے اس کو ماننا ہوتا ہے۔ کلمہ یہ ہے کہ اشهدان لا الٰہ الا اللّٰہ واشهدان محمدا عبدہ ورسولہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

یہ تو بنیادی کلمہ ہے۔ ایک دوسرا کلمہ بھی ہے جسے ایمان مفصل کہا جاتا ہے۔ وہ یوں ہے کہ۔

"میں ایمان لاتا ہوں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور ں کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور اس پر ایمان لاتا وں کہ نیکی اور بدی' یعنی اچھی بری ہر بات پر قدرت اللہ ں کو ہے اور مرنے کے بعد حساب کتاب کے لئے اٹھائے انے پر ایمان لاتا ہوں۔"

اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ایمان انجیل و تورات پر ی ہے اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ یہ السلام کی نبوت پر بھی ہے۔ اگر کوئی حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰؑ کو نہ مانے تو وہ مسلمان نہیں رہے گا۔ اگرچہ عیسائی اور یہودی حضرت محمدؐ کو نہ مان کر عیسائی اور یہودی رہتے ہیں۔ اللہ کے فرشتوں اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں کا کر اس طرح کیا گیا ہے کہ ہمیں ان سب مذہبی کتابوں کا حترام کرنا چاہئے جنہیں کوئی قوم اپنی مقدس کتاب کہتی ہے۔

اسلام کا کہنا یہ ہے کہ انسان کا فطری عقیدہ "توحید" ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ جیسے زردشتیوں نے دنیا میں نیکی اور بدی کی جنگ یکھی تو یہ سمجھ لیا کہ اچھائی یعنی خیر کا خدا یزدان ہے اور برائی یعنی شر کا خدا اہرمن ہے۔ دونوں میں ازل سے جنگ ہو رہی ہے کبھی یہ غالب آجاتا ہے' کبھی وہ' کسی فرقے نے کائنات کے مظاہر کو اصل سمجھ لیا اور نیچر کی پوجا کرنے لگے۔ کسی نے یہ غور کیا کہ مادہ بھی لازوال ہے' یہ فنا نہیں ہوتا' روپ بدل لیتا ہے۔ اسی طرح روح بھی ازلی و ابدی ہے وہ ایک بدن سے دوسرے بدن میں سفر کرتی رہتی ہے۔ کسی نے سوچا کہ انسان جو دکھ درد میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس کا سبب خواہش نفس ہے۔ خواہشوں کو ختم کردو نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ "اللہ" کے لفظ پر بھی غور کرلیجئے۔ عربی زبان میں Deity کو الہ کہتے ہیں اور کسی Common Noun کو Proper. بنانے کے لئے الف لام Definite Article کے طور پر آتا ہے۔ الہ پر الف لام آیا تو وہ اللہ ہوگیا۔ God کے ساتھ تو The نہیں آتا مگر یہاں آپ The God سمجھ لیجئے یعنی وہی ایک پوجا کا پاتر ہے' ابدی ہے' اننت ہے' نرگن ہے' نراکار ہے' نہ وہ کسی سے پیدا ہوا' نہ اس سے کوئی پیدا ہوا' وہ کسی جگہ میں بھی بند نہیں ہے' ورنہ محدود ہوجائے گا۔ اس کی کوئی سمت یا Direction بھی نہیں ہے' وہ ہر جگہ ہے' ہر چیز کا خالق ہے' پالن ہار ہے' سب کو دیکھتا ہے' سب کی سنتا ہے' مگر اس کا دیکھنا آنکھ کے وسیلے کا محتاج نہیں' اس کے سننے کو کانوں کا واسطہ درکار نہیں' وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے' نہ سوتا ہے نہ تھکتا ہے' اس کی کوئی شکل نہیں' کوئی صورت نہیں' کوئی مورت نہیں' قرآن کہتا ہے کہ اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے۔ صوفیہ جب مراقبہ Meditation کرتے ہیں تو ایک منزل ذات بحت Pure and Ultimate Beinc کا دھیان کرنے کی آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مرحلے میں کچھ نہیں سوجھتا' سیاہی اور تاریکی نظر آتی ہے جدید سائنس بھی یہ کہتی ہے کہ نور یا Light جب بہت زیادہ ہوجائے تو سیاہ ہوجاتی ہے۔

اللہ غنی ہے' ہم سب فقیر ہیں' غنی اس کو کہیں گے جو ان چیزوں کی احتیاج بھی نہ رکھتا ہو جو اس کے پاس ہیں۔ فقیر وہ ہے کہ جو وہ نہیں رکھتا اس کا محتاج ہے۔ زندگی اور موت کا دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔ وہی ہے جو ایک حقیر بیج کو تناور درخت بنا دیتا ہے۔ وہی ہے جس نے زمین کی مٹی میں اتنی طاقت بھر دی ہے کہ لاکھوں برس سے وہ پیداوار دے رہی ہے بلکہ اب تو پہلے سے بھی زیادہ دے رہی ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے اربوں کھربوں ستاروں کو ایک دوسرے سے ایسا باندھ رکھا ہے اور اتنے فاصلے پر رکھا ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکرائیں۔ وہی ہے جو بادل بھیجتا ہے' پانی برساتا ہے' ہوا چلاتا ہے' اسی نے یہ کائنات اپنے ایک اشارے سے پیدا کی ہے اور اسی کے حکم سے ایک دن یہ فنا ہوجائے گی۔ انسان کو اللہ نے زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ اسے کچھ اختیارات دیئے ہیں' کچھ باتوں میں مجبور رکھا ہے' تقدیر ضرور لکھی ہے مگر تدبیر کو بھی اثر سے خالی نہیں چھوڑا ہے۔

انسان کی عظمت کا جیسا تصور اسلام میں ہے' شاید ہی اور کہیں مل سکے۔ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین نقشے پر پیدا کیا ہے۔ دوسری جگہ کہتا ہے کہ ہم نے انسان کے پتلے میں اپنی روح پھونکی ہے۔ فرشتوں کو حکم دیا کہ انسان کے آگے سر جھکائیں' جس نے یہ حکم نہ مانا اسے شیطان قرار دے کر نکال دیا گیا۔

انسان کی اس عظمت کے ساتھ ایک اور آزمائش بھی ہے۔ اسلام آخرت پر زور دیتا ہے۔ یعنی اس زندگی کے بعد ایک اور بھی زندگی ہے۔ سب انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور انہیں اس دنیا کی زندگی کے ایک ایک دن کا حساب دینا ہوگا۔ جو کچھ انہوں نے یہاں کیا تھا وہ سب مشکل Replay کرکے دکھایا جائے گا۔ خود انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ گواہی دیں گے۔ جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی اس کا بدلہ پائے گا' جس نے ذرہ بھر بدی یا شرارت کی ہوگی اس کی سزا پائے گا۔ یہ امتحان فرشتوں کا نہیں ہوگا' وہ لذت گناہ سے واقف ہی نہیں' حیوانوں کا بھی نہیں ہوگا انہیں عقل نہیں دی گئی۔ انسانوں کا حساب کتاب ہوگا۔ اس لئے کہ انسان کو کسی قدر اختیار بھی دیا ہے' عقل بھی' وہ نیکی اور بدی کا علم بھی رکھتا ہے۔ جسمانی خواہشات بھی' اسے اس زندگی میں توازن کے ساتھ ایسے گزرنا ہوتا ہے جیسے نٹ رسی پر چلتا ہے۔

اسلام کا ایک اور وصف اخوت و مساوات کا نظریہ ہے۔ اسلام میں کوئی اپنی قومیت یا نسب یا علم' دولت یا عہدے کے اعتبار سے بڑا چھوٹا نہیں ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہے اسے دوسروں پر فضیلت حاصل ہے اور کسی کو نہیں۔ بادشاہ وقت بھی مسجد میں جاکر اپنے دربان کے ساتھ صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھے گا۔ کسی انسان کا جھوٹا ناپاک نہیں' کوئی پیشہ حقیر نہیں۔ ہمارے سال بھر کے خرچ سے بچے ہوئے مال پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ہے جسے فقیروں اور مسکینوں کا حق بتایا گیا ہے۔ عورتوں کو جتنے حقوق اسلام نے دیئے ہیں اتنے کسی اور زمانے میں کسی مذہب اور کسی تہذیب میں عورت کو حاصل نہ تھے۔ طلاق کو انتہائی دشوار بنانے کے بجائے انتہائی آسان کیا گیا ہے۔ اسلامی شریعت کے جو قانون قرآن کی روشنی میں بنے ہیں ان میں کوئی تبدیلی کرنے کا کسی کو بھی اختیار نہیں ہے۔ البتہ دوسرے قوانین میں حالات اور زمانہ کی رعایت سے اور علماء کے اتفاق سے ترمیم و تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

اسلام کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں کے معاملات آپس میں اچھے ہوں اور ہر انسان کا تعلق اپنے خالق اور پالن ہار سے مضبوط ہو اور اخلاص کے آدھار(بنیاد) پر ہو۔

....اور میں زندہ ہوں؟

سیدنا ابوبکر صدیق

محترم کاف خانم

یکایک مسجد نبوی میں ایک تلوار بے نیام ہو کر ہوا میں لہرانے لگی۔

صحن مسجد میں تمام صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ وہ کبھی شمشیر براں کو دیکھتے تو کبھی شمشیر زن کے تمتماتے چہرے پر نظر ڈالتے مگر کسی میں یارائے گفتگو نہ تھا۔ کس میں ہمت تھی کہ وہ محمد عربی کے رفیق کو ٹوکے۔ کس میں جرأت تھی وہ پیغمبر خدا کے پہلے خلیفہ کے ارادے پر اثر انداز ہو۔

اور محمد کا یہ شیر گرج رہا تھا۔

"میرے آقائے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تک لوگ لا الہ الا اللہ کا حق ادا نہ کریں میں ان سے جنگ کرتا رہوں گا۔ اس کلمے کا حق یہی ہے کہ مسلمان نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ جو لوگ عہد رسالت میں ایک بکری کا بچہ بھی زکوۃ میں دیتے رہے ہیں۔ اگر وہ انکار کریں گے تو قسم ہے مجھے خدائے بزرگ و برتر کی میں ان سے جنگ کروں گا اگر میرا کوئی ساتھ نہیں دے گا تو بھی میں اکیلا ان کے مقابلے پر اسی طرح تلوار بلند کئے نکلوں گا اور جہاد کروں گا۔"

مسجد نبوی ﷺ میں سناٹا چھا گیا۔ کسی حاکم وقت یا مطلق العنان بادشاہ کے منہ سے اگر یہ الفاظ نکلتے تو اس پر کوئی تعجب نہ ہوتا۔ اگرچہ ان الفاظ میں نہ تو نشہ اقتدار تھا اور نہ تمکنت و تکبر کا کوئی شائبہ اور جس زبان سے یہ ادا ہوئے تھے وہ زبان اسلام کے پہلے خلیفہ اور حضور ﷺ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان تھی۔ پھر صحابہؓ مطمئن نہ تھے۔ انہیں اس کی تائید میں تامل تھا۔ یہ نہیں کہ خدانخواستہ انہیں صدیق اکبرؓ کی فراست اور شجاعت پر کوئی شبہ تھا بلکہ اس تامل اور خاموشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت جزیرہ نمائے عرب کے حالات اس حد تک بگڑ چکے تھے کہ خلیفہ کا یہ اعلان انہیں مصلحت کے خلاف نظر آتا تھا۔

وصال رسول ﷺ کیا ہوا کہ جیسے بغاوت اور باد سموم چل پڑی۔ یمن سے شام اور ساحل حجاز سے ساحل بحرین و عمان تک گلشن اسلام پر جیسے خزاں چھا گئی۔ کوئی قبیلہ بغاوت پر کمربستہ تو کوئی اسلام سے برگشتہ ہو گیا۔ ہر طرف بغاوت کی آگ پھوٹ پڑی۔ نبوت کے دعوے دار اپنی دکانیں چمکانے لگے۔ یمن میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب نبی بن بیٹھا۔ وسط عرب کے قبائل کا سردار طلیحہ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا اور تو اور سجاح بنت حارث نامی ایک عورت نے عراق وغیرہ میں نبیہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس خوبصورت ناگن نے عرب و عجم کے جوانوں کو اپنی محبت کا فریب دے کر ایک زبردست لشکر تیار کر لیا۔

خلیفہ اسلام کی شعلہ بار زبان سے الفاظ نکل رہے تھے اور صحابہؓ سرگریباں سوچ رہے تھے کہ کیا یہ وہی ابوبکرؓ ہیں کہ دشمنان اسلام نے مکہ کے بازار میں حضور ﷺ کو گھیر کر ان کے گلے میں پھندا ڈال دیا تھا اور اس طرح گھسیٹے پھرتے تھے کہ حلق مبارک پر پھندا لحظہ بہ لحظہ تنگ ہوتا جاتا تھا۔ اس وقت ابوبکرؓ کفار مکہ کو دیکھتے اور مجمع چیرتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور گلوگیر آواز میں بولے۔

"ارے ظالموں کیا تم اس شخص کو مار ڈالو گے جو خدائے وحدہ لاشریک کا قائل ہے۔"

اور کفار ان پر پل پڑے تھے اور اس قدر زدوکوب کیا تھا کہ ابوبکرؓ کا سر پھٹ گیا مگر داد دے صبر صدیقی کہ آپ پٹتے جاتے تھے اور یہ کلمہ شکر زبان سے جاری تھا۔

تبارکت یاذالجلال والاکرام

"او عظمت والے او جلال والے تو بڑا برکت والا ہے۔"

صحابہؓ کو حضرت ابوبکرؓ اور امیہ بن خلف جمحی کا وہ مکالمہ بھی یاد آیا جو بلال حبشی کے بارے میں دونوں کے درمیان ہوا تھا۔ جناب بلالؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ دھوپ میں جلتی بھوبل پر چت لٹاتا اور ان کے سینے پر ایک تپتا ہوا پتھر رکھ دیتا تھا۔

حضرت بلالؓ شدت تکلیف سے بے چین ہو جاتے مگر آہ بھرنے کے بجائے ان کی زبان سے "احد" "احد" نکلتا۔

امیہ غصے کہتا۔

"جب تک محمد ﷺ سے بیزاری کا اظہار کر کے لات و عزیٰ کا کلمہ نہیں پڑھو گے میں نہیں چھوڑوں گا خواہ تمہاری جان نکل جائے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے تو جیسے مظلوم غلاموں کو آزاد کرانے کی قسم کھائی تھی۔ انہیں بلالؓ کی حالت زار کی خبر ملی تو فوراً اٹھے آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

امیہ سے بولے۔

"تمہیں ترس نہیں آتا پر خدا سے بھی نہیں ڈرتے تم؟"

امیہ جل گیا اس نے غصے سے کہا۔

"تم ہی لوگوں نے تو اسے خراب کیا ہے۔"

ابوبکرؓ نے ایک لمحہ سکوت کیا پھر کہا۔

"اے امیہ میرے پاس ایک تندرست و توانا مضبوط جوان ہے۔ وہ تمہارے دین کا ہے اسے تم لے لو اور اس غریب غلام کو مجھے دے دو۔"

امیہ بن خلف رضامند ہو گیا۔ ابوبکرؓ دوڑتے دوڑتے گھر گئے اور اپنا غلام لے آئے۔ اسے دے کر بلال کو خوشی خوشی گھر لے آئے اور آزاد کر دیا۔ یہ وہی بلالؓ ہیں جن کی اذان سننے کے لئے فرشتے تک بے چین رہتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عامر بن فہیرہ کو بھی طفیل بن عبداللہ ازدی سے خرید کر آزاد کیا تھا۔ مگر عامر بن فہیرہ نے آزاد ہونے کے بعد اپنے محسن کا ساتھ نہ چھوڑا اور حضرت ابوبکرؓ کے مویشی چرانے لگے۔ یہ بھی خداوند کریم کی کتنی مصلحت تھی کہ جب ہجرت مدینہ کے دوران سرور کائنات ﷺ اور حضرت صدیقؓ نے جبل ثور میں پناہ حاصل کی تو یہی عامر بن فہیرہ بکریوں کا دودھ غار میں پہنچایا کرتے تھے۔

ابو فکیہہ غلام کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ نے نہدیہ اور ام عیس کو اپنی جیب سے رقم ادا کر کے دولت آزادی سے سرفراز فرمایا تھا۔ یہ سب کنیزیں کلمہ حق پڑھنے کے بعد اپنے ظالم آقاؤں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھیں۔ ان خدا ترسیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ عرب کا ایک نامی تاجر اپنے اندوختہ چالیس ہزار درہم کے سرمایہ کا بیشتر حصہ خرچ کر بیٹھا اور ہجرت کے وقت اس کے پاس صرف پانچ ہزار درہم باقی تھے وہ بھی سفر ہجرت میں صرف ہو گئے۔

ان تمام باتوں کے باوجود حضرت ابوبکرؓ کی زبان میں لجاجت اور انکساری کا رس بھرا رہا۔ گفتگو فرماتے تو الفاظ نرم ہوتے اور نظریں جھکی رہتیں۔ ابوبکرؓ کے الفاظ میں تلخی کا ذرا سا رنگ اس وقت بھرا جب آپؓ نے اپنے مکان کے سامنے ایک مسجد تعمیر کی اور کفار مکہ نے اس پر اعتراض کیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ کلمہ گو دشمنان اسلام کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر حبشہ اور دوسرے مقامات کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی حضورؐ کی اجازت سے رخت سفر باندھا اور حبشہ کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ وطن سے رخصت ہوئے تو یہ عالم تھا کہ

راستے کی ایک ایک چیز کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ بدحواسی کا یہ حال تھا کہ بار بار راستہ بھول جاتے تھے۔ فرقت رسول ﷺ میں آنسو جاری تھے۔ ابھی برکت غماد تک پہنچے تھے کہ قبیلہ بنی قارہ کا سردار ابن دغنہ آپ کو ملا۔ وہ آپ کی نیکی اور امانت داری سے اچھی طرح واقف تھے۔ وہ ابوبکر کی پریشان حالی سے بہت متاثر ہوا۔

ابن دغنہ نے سلام کر کے دریافت کیا۔

" اے عثمان ابی قحافہ کے بیٹے ابوبکرؓ تم پر کیا افتاد پڑی کہ گھربار چھوڑ کر عازم سفر ہو گئے۔"

ابوبکرؓ نے آہ بھر کر فرمایا۔

"اے بنی قارہ کے سردار میں نے نے گھر چھوڑا نہیں بلکہ مجھے گھر سے نکالا گیا ہے۔ سفر اس لئے لازم ہوا کہ میری قوم نے وطن کی زمین پر مجھے سجدہ کرنے سے روک دیا مگر اس خدا کی زمین جس کا میں کلمہ پڑھتا ہوں بہت وسیع ہے۔ میں اس جگہ جارہا ہوں جہاں آزادی سے اپنے خدا کی عبادت کر سکوں۔"

ابن دغنہ کو بہت دکھ اور تعجب ہوا۔ اس نے کہا۔

"اے ابوبکرؓ مجھے قریش مکہ کے عقل پر افسوس ہوتا ہے۔ تم جس قدر خوبیوں کے حامل ہوں اس سے سرزمین مکہ خالی نہیں ہونی چاہئے۔ تم مصیبت زدوں کے کام آتے ہو۔ بھائی کو بھائی سے ملاتے ہو۔ سب کے دکھ درد میں شریک ہو۔ تم امانت دار بھی ہو۔ خوں بہا کی رقم تمہارے پاس رکھی جاتی ہے۔ ضامن کو تم اپنے گھر میں رکھتے ہو اور ضرورت کے وقت تم خود ضامن بن جاتے ہو۔ تم مکہ واپس چلو۔ میں تمہاری کفالت کروں گا۔ تمہاری ضمانت دوں گا۔ تم گھر میں آزادی کے ساتھ خدا کی عبادت کرنا۔ جو تمہارا مزاحم ہوگا میں اس کا مزاحم ہوں گا۔"

ابن دغنہ نے سمجھایا بجھایا اور اپنی ضمانت کی پیشکش کی تو ابوبکرؓ رضامند ہو گئے۔ ابن دغنہ ایک بڑا سردار تھا اور اس کا مکہ میں بڑا دبدبہ تھا۔ وہ انہیں مکہ واپس لے آیا۔ پھر اس نے شرفائے مکہ کے ایک مجمع میں جا کر صاف صاف اعلان کیا۔

"اے قریش مکہ! تم کو شرم نہیں آتی کہ تم ابوبکرؓ جیسے نیک شخص کو اپنے شہر سے نکال رہے ہو۔ ان کی خوبیوں سے کون انکار کر سکتا ہے۔ میں بنی قارہ کا سردار ابن دغنہ اعلان کرتا ہوں کہ آج سے ابوبکرؓ میری کفالت اور ضمانت میں ہیں اور جو شخص انہیں تکلیف دے گا وہ میرا دشمن ہوگا۔"

ابن دغنہ کی طاقت سے سب واقف تھے۔ کسی نے مخالفت نہ کی اور اس کی کفالت اور ضمانت منظور کر لی گئی۔ صرف یہ شرط لگائی کہ ابوبکرؓ گھر کے اندر جس طرح چاہیں عبادت کریں لیکن علی الاعلان توحید کی تبلیغ نہ کریں حضرت ابوبکرؓ کو سکون ملا تو وہ گھر میں عبادت میں مصروف ہو گئے۔ نماز پڑھتے۔ قرآن کی تلاوت کرتے۔ کوئی دخل دیتا نہ پابندی لگاتا۔

حضرت ابوبکرؓ کچھ دن تک گھر میں عبادت اور تلاوت کرتے رہے۔ پھر ایک دن گھر کے سامنے والے میدان میں کچی پکی ایک مسجد بنائی۔ مکہ معظمہ میں یہ اسلام کی پہلی مسجد تھی۔ آپ کی آواز میں بڑا گداز اور سوز تھا۔ تلاوت فرماتے تو الفاظ کے ساتھ آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ آواز میں اور درد پیدا ہو جاتا۔ آس پاس کے بچے اور عورتیں جمع ہو جاتیں۔ کلام ربانی کو غور سے سنتیں اور اس کی صداقت سے متاثر ہوتیں۔ پھر تو یہ ان کا روز کا معمول ہو گیا۔ ادھر صدیق اکبرؓ نے تلاوت شروع کی۔ ادھر مسجد کے باہر بچوں اور خواتین کا مجمع لگ گیا۔ ایک تو کلام اللہ کی تاثیر دوسرے جناب ابوبکرؓ کا لحن داؤدی۔ سننے والے گھنٹوں سکوت کے عالم میں کھڑے رہتے اور بھوک پیاس تک بھول جاتے۔

شدہ شدہ یہ خبر مردوں کے کانوں تک پہنچی۔ چند سردار تصدیق کے لئے مسجد صدیق اکبرؓ پر گئے۔ اپنے بیٹے' بیٹیاں اور عورتیں نظر آئیں تو آگ بگولہ ہو گئے۔ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر گھروں کو بھیجا اور سیدھے ابن دغنہ کے پاس پہنچے۔ ابن دغنہ نے بہت سے سرداروں کو ایک ساتھ اپنے گھر کی طرف دیکھا تو اسے شبہ ہوا کہ شاید وہ لڑنے کے لئے آرہے ہیں۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔

ایک سردار نے قریب پہنچ کر ابن دغنہ سے کہا۔

"اے معزز ابن دغنہ! کیا تم نے ابوبکرؓ کی کفالت اور ضمانت کی ذمہ داری نہیں اٹھائی تھی؟

اے ابن دغنہ یہ بھی بتاؤ کہ کیا ابوبکرؓ کو ہم سے کوئی شکایت ہے؟"

اس نے دوسرا سوال کیا۔ ابن دغنہ نے فوراً جواب دیا۔

" ابوبکرؓ کو تم لوگوں سے کوئی شکایت نہیں۔ ورنہ وہ میرے پاس ضرور آتے۔"

"کیا یہ طے نہیں ہوا تھا کہ ابوبکرؓ گھر کے اندر رہ کر جس کی اور جس طرح چاہیں عبادت کر سکتے ہیں؟"

"اس کا بھی اقرار کرتا ہوں۔" ابن دغنہ نے الجھتے ہوئے کہا۔ "آخر بات کیا ہے؟ کچھ مجھے بھی بتاؤ۔"

"سنو ابن دغنہ! ابوبکرؓ نے اپنا وعدہ توڑ دیا ہے۔" سردار نے کہا۔ "انہوں نے گھر کے سامنے ایک عبادت گاہ بنالی ہے اور وہاں بیٹھ کر عبادت اور تلاوت کرتے ہیں۔ ہم تم سے ہرگز نہ کہتے لیکن اب ہمارے بچے اور عورتیں بھی ان کی عبادت اور تلاوت دیکھنے اور سننے پہنچ جاتی ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہمارے گھر والے بہک جائیں گے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ابوبکرؓ کا دین اختیار کر لیں۔"

ابن دغنہ یہ سن کر پریشان ہو گیا۔ اسے حضرت ابوبکرؓ پر بڑا غصہ آیا۔ صدیق اکبرؓ کا یہ قدم اس کی ضمانت کی حدود سے تجاوز کر گیا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ ابوبکرؓ کے دل میں اسلام کا جو شعلہ بلند ہوا تھا اس پر کوئی طاقت قابو نہیں کر سکتی تھی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد ابن دغنہ نے کہا۔

"معزز سرداران قریش! تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں ابوبکرؓ سے مل کر آتا ہوں۔ اگر تمہاری شکایت درست ہے تو میں انہیں منع کروں گا اور اگر انہیں نے انکار کیا تو.....!" ابن دغنہ نے قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چل پڑا۔

مسجد صدیقؓ کے باہر عجیب افروز منظر تھا۔ وہ بچے اور عورتیں جو اپنے وارثوں کے کہنے پر گھروں کو واپس چلے گئے تھے' وہ وارثوں کے جاتے ہی پھر پروانہ وار مسجد کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ کلام کے نغمے مسجد کے اندر گونج رہے تھے اور باہر کھڑی عورتوں پر رقت طاری تھی۔ بچے ایک عالم کیف و سرور میں جھوم رہے تھے۔ تلاوت میں نہ تو بچوں کی دل پسند ڈفلی کی گونج تھی اور نہ جھانجری کی جھنک مگر کلام کے سوز نے انہیں سحرزدہ کر رکھا تھا۔

ابن دغنہ بچوں اور عورتوں کی محویت کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ صدیق اکبرؓ کی قرأت نے اس کے پیروں میں زنجیریں ڈال دیں۔ اس کی ہمت نہ ہوئی کہ مسجد میں داخل ہو کر ابوبکرؓ کو روکے۔ وہ اس وقت تک ایک طرف دبکا کھڑا رہا جب تک ابوبکرؓ تلاوت ختم نہ کر چکے۔ اندر سے آواز آنا بند ہوئی تو عورتیں اور بچے خاموشی سے سر جھکائے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

ابن دغنہ نے پہلے اندر جھانکا پھر یہ اطمینان کر کے کہ ابوبکرؓ عبادت سے فارغ ہو گئے ہیں۔ آہستہ آہستہ اندر پہنچا۔ ابوبکرؓ سجدے میں تھے۔ انہوں نے سر اٹھایا تو ابن دغنہ سامنے کھڑا تھا۔ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ ابن دغنہ کے جسم میں کپکپی سی پیدا ہو گئی۔

"آؤ ابن دغنہ! تمہارا آنا مبارک ہو۔" ابوبکرؓ نے نرمی سے کہا۔

ابن دغنہ بڑی مشکل سے اپنی حالت پر قابو پاسکا۔ وہ قریش کے سرداروں سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ ابوبکر کو اس طرح عبادت کرنے سے روکے گا مگر حضرت صدیق کے چہرۂ مبارک پر کچھ ایسا نورانی جلال تھا کہ ابن دغنہ کی گویائی جواب دے رہی تھی۔

آخر ابن دغنہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

"اے ابوبکرؓ! مجھے تمہاری عبادت سے کوئی شکایت نہیں لیکن سرداران قریش میرے پاس گلہ کرنے آئے ہیں۔"

"کیوں؟ میں نے انہیں کیا تکلیف پہنچائی؟" ابوبکرؓ نے دریافت کیا۔

"ابوبکرؓ! میں نے وعدہ کیا تھا کہ تم اپنے گھر میں رہ کر عبادت کرو گے مگر اب تم نے.....!"

"میں کسی دوسرے کے گھر تو نہیں گیا۔ میں نے اپنے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں کیا۔" ابوبکرؓ نے ابن دغنہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"مگر تمہاری یہ عبادت گاہ تو گھر کے باہر ہے۔" ابن دغنہ نے جرح کی۔ "تم تلاوت کرتے ہو تو قریش مکہ کے بچے اور عورتیں یہاں جمع ہو جاتے ہیں۔"

"اے ابن دغنہ! تم ان سے کہو کہ اپنے بچوں اور...

عورتوں کو منع کریں۔" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ "تلاوت میں مسجد کے اندر بیٹھ کر کرتا ہوں۔ مسجد خدا کا گھر ہے۔ اگر کوئی ادھر آجاتا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"نہیں ابوبکرؓ تمہیں تلاوت کرنا ہے تو اپنے گھر کے اندر بیٹھ کے کرو۔" ابن دغنہ کے لہجے میں سختی آگئی۔

"میں تمہارا ضامن اور کفیل ہوں اگر تم نے میرا کہنا نہیں مانا تو......!"

حضرت ابوبکرؓ نے ابن دغنہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ ابن دغنہ کو جھرجھری آگئی۔ ابوبکرؓ نے فرمایا۔

"ابن دغنہ اپنی بات پوری کرو۔"

ابن دغنہ جھنجلایا۔ پھر اپنے اوپر سردارانہ جلال طاری کرتے ہوئے بولا۔

"اگر تم باز نہ آئے تو میں اپنی کفالت اور ضمانت واپس لے لوں گا۔"

اور یہی وہ پہلا موقع تھا جب شیر رسول نے اپنی فطری نرم گوئی کو پس پشت ڈالا اور کمال آزادی اور جانبازی سے فرمایا۔

"اے ابن دغنہ مجھے تمہاری کفالت اور ضمانت کی ضرورت نہیں۔ میرے لئے خدا اور رسولؐ کی ضمانت کافی ہے۔"

ابن دغنہ دنگ رہ گیا۔ ابوبکرؓ کے عجز و انکسار کو شجاعت اور دلاوری میں کس نے بدلا۔ ابن دغنہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ صدیق اکبرؓ کے الفاظ یوں ادا ہو رہے تھے جیسے کڑی کمان سے آگے پیچھے تیر نکلتے ہوں یا نوک شمشیر دشمن کے سینے میں پیوست ہو رہی ہو۔ رفیق و عزیز رسول کا گداز دل مومن سے آہن بن گیا تھا اور صدیق اکبرؓ صحیح معنوں میں پہلی مرتبہ ایک مرد آہن کے روپ میں نظر آئے تھے۔

ابن دغنہ کی ضمانت ٹوٹی تو مشرکین مکہ کو اور کھل کھیلنے کا موقع ملا۔ کون سا ستم تھا جو نہ توڑا گیا اور کون سا ظلم تھا جو آپ پر نہیں آزمایا گیا مگر جس طرح سونا بھٹی میں تپ تپ کر کندن بن جاتا ہے۔ اس طرح آپ کا آہنی دل فولاد میں تبدیل ہو تا گیا۔ ایمان کی پختگی ارادوں میں استقلال اور ثبات پیدا کرتی ہے۔ ابوبکرؓ کا حوصلہ وقت کے ساتھ بڑھتا گیا۔ شاید خدا کی طرف سے انہیں امتحانوں میں ڈالا جا رہا تھا تاکہ کل کو جب بار خلافت ان کے کاندھوں پر آئے تو وہ رسول خدا کی صحیح جانشینی کا حق ادا کر سکیں۔

مشرکین مکہ کے ظلم و ستم کی جب انتہا ہو گئی اور حکم خداوندی سے حضور ﷺ نے ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا تو اس وقت ایک طرف حضرت علیؓ اور دوسری طرف حضرت ابوبکرؓ نے ایثار و قربانی کی جو مثال قائم کی اس کی نظیر تاریخ اسلام میں مشکل سے ہی نظر آئے گی۔ حضرت علیؓ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مکان کو چاروں طرف سے مشرکین گھیرے ہوئے ہیں جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چادر اوڑھ کر حضور ﷺ کے بستر پر لیٹ گئے ادھر حضرت ابوبکرؓ نے گھربار اور بیوی بچوں سے منہ موڑا اور اس پر خطر سفر میں جس میں قدم قدم پر موت منہ کھولے کھڑی تھی۔ حضور ﷺ کے ہم سفر ہوئے۔ غار ثور میں داخل ہو کر فرش زمین صاف کیا۔ سوراخوں پر کپڑے کھینچے پھر بھی ایک سوراخ کھلا رہ گیا تو اس میں اپنے پیر کا انگوٹھا اڑا دیا۔ اس بل کے اندر ایک سانپ تھا جب حضور ﷺ اپنے سر مبارک آپ کے زانو پر رکھ کر آرام فرمانے لگے تو سانپ نے حضرت ابوبکرؓ کے انگوٹھے کو کاٹ لیا۔ ابوبکرؓ درد سے بے چین ہو گئے مگر اللہ اللہ کیا محبت تھی انہیں رسول اللہ ﷺ سے کہ نہ اف کی اور نہ سسکی بھری۔ تکلیف سے آنکھیں بھر آئیں۔ ایک آنسو ٹپک کر رخسار رسول اللہ ﷺ پر گرا تو چونک کر اٹھے۔ دریافت کرنے پر جب آپ نے حال بتایا تو حضور ﷺ نے محبت سے گلے لگالیا۔

مکہ کا دور ابتلا ختم ہوا۔ یثرب مدینۃ النبی بنا اور غزوات کا آغاز ہوا تو رسول اللہ ﷺ کا یار غار ایک جنرل کی طرح تلوار کھینچ کر میدان میں اترا۔ احد اور حنین میں اسلامی لشکر اپنی ہی غلطیوں کی وجہ سے وقتی طور پر پسپا ہوا مگر اسلام کا یہ سپاہی' یہ جنرل اور یہ مرد آہن میدان میں ڈٹا رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا حق ادا کرتا رہا اور بڑھ بڑھ کر مشرکین پر حملے کرتا رہا۔ کفر و اسلام کی پہلی جنگ یعنی غزوۂ بدر میں حضور ﷺ کی حفاظت پر کون مامور کیا جائے۔ اس مقدس فرض کے لئے سب ہی جاں نثار آرزو مند تھے لیکن حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھالیا۔ یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ حضور ﷺ کو اس مرد آہن کی دلاوری پر پورا اعتماد تھا۔

غزوۂ بدر کے سلسلے میں شیر خدا حضرت علیؓ کا ایک بیان مشہور ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ کے دوران مشرکین کا ایک گروہ ریلا کر کے حضور ﷺ تک پہنچ گیا۔ مشرکین چلا رہے تھے محمد ﷺ کو پکڑ لو گرا دو' پچھاڑ ڈالو' سر تن مبارک سے جدا کر دو (نعوذ باللہ) کیونکہ اس ہستی نے ہزاروں خداؤں کو ایک خدا کر دیا ہے۔ مشرکین نے پوری طاقت سے یلغار کی مگر ان کے حوصلے اس وقت پست ہونے لگے جب انہوں نے دیکھا کہ محافظ رسول ﷺ کی شمشیر آبدار چنگاریاں بکھیر رہی ہے۔ شعلے اگل رہی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھنے والے ہر مشرک پر حملہ کرتے اور اسے زخمی کر کے پیچھے دھکیل دیتے۔ یہاں تک کہ اس گروہ کے تمام مشرک ایک ایک کر کے تتر بتر ہو گئے۔

کفر و باطل کی اس جنگ میں کتنے ہی حیرت انگیز واقعات پیش آئے۔ قریش دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ مشرکین کا تھا اور دوسرا فدایان رسول ﷺ کا۔ ان گروہوں کے افراد میں قرابت داریاں اور رشتہ داریاں ایک دوسرے کے مقابل آگئی تھیں۔ بھتیجا چچا کے سامنے' بھائی بھائی کے مد مقابل۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے ایک دوسرے کے خلاف صف آراء تھے۔ ایک روایت کے مطابق جنگ کے دوران ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ کے فرزند دلبند عبداللہ لڑتے لڑتے باپ کے سامنے آگئے۔ دونوں کی نظریں ملیں ایک بیٹا اپنے باپ کی پدرانہ شفقت کو تو نظر انداز کر سکتا ہے لیکن ایک باپ کے لئے یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ہی خون کو اپنے ہاتھ سے بہائے مگر استقلال صدیق تھا کہ آپ کے سینے کے اندر دھڑکتا ہوا گوشت کا دل جیسے سنگ و آہن میں بدل گیا۔ محبت پدری دور جا کھڑی ہوئی اور آپ نے بلاتوقف اپنے بیٹے پر حملہ کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی استقامت اور ثبات کا عظیم مظاہرہ وصال رسول ﷺ کے وقت ہوا۔ مسجد نبوی ﷺ میں صحابہؓ کبار جمع تھے۔ ہر ایک دل گرفتہ اور مغموم۔ وصال رسول ﷺ کی خبر نے ہوش و حواس مختل کر دیئے تھے۔ حضرت عمرؓ کا یہ عالم تھا کہ ننگی تلوار لئے صحن مسجد میں ٹہل رہے تھے اور چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ اگر کسی کی زبان پر وصال رسول ﷺ کے الفاظ آئے تو اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔ تمام صحابہؓ دم بخود بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت "سخ" میں تھے۔ جان سے زیادہ عزیز رفیق کی رحلت کی خبر ملی تو گرتے پڑتے خاک اڑاتے مسجد میں پہنچے۔ داخل ہوتے ہی حضرت عمرؓ کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"خبردار! کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

ابوبکرؓ نے قریب پہنچ کر کہا۔

"اے عمرؓ بیٹھ جاؤ۔"

مگر شدت غم نے حضرت عمرؓ کے سوچ سمجھ کی طاقت چھین لی تھی۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھی رحلت کر سکتے ہیں۔ وہ پہلے ہی کیا کم پر جلال تھے کہ اس نئے سانحے نے ان کے خوابیدہ جلال کی طاقت کو تازیانہ لگا دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بار بار کہنے پر بھی ان کے حواس درست نہ ہوئے تو اس وقت ثبات صدیقی کو بھی جلال آگیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ صحن مسجد کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ سر پر حضرت عمرؓ کی تلوار چمک رہی تھی۔ اور آپؓ فرما رہے تھے۔

"جو لوگ محمد ﷺ کی عبادت کرتے تھے انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ آپ ؐ کا تو انتقال ہو گیا لیکن جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے تھے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔"

پھر ذرا رک کر فرمایا۔

"اے لوگو! کیا تم نے کلام ربانی نہیں سنا۔ خدا خود فرماتا ہے۔

ترجمہ۔ محمد ﷺ رسول ہی تو ہیں جن سے پہلے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے الٹے پیروں پھر جاؤ گے۔"

حضرت ابوبکرؓ کی اس تقریر نے صحابہؓ پر جادو کا اثر کیا انہیں محسوس ہوا جیسے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ ایک نعرۂ دلدوز مار کر بے ہوش ہوگئے۔

یہی وہ مرد آہن ہے جس نے وصال رسول اللہ ﷺ کے جھگڑے کو اپنے مدبرانہ جلال سے حل کرنے کے بعد گوشہ قبر کا قضیہ بھی طے کیا۔ ایک گروہ نے مطالبہ کیا کہ حضور ﷺ کے جسد مبارک کو مکہ معظمہ میں حضرت اسماعیلؑ اور بی بی ہاجرہ کی قبروں کے پاس خانہ کعبہ کے سایہ دیوار میں دفن کیا جائے۔ کچھ لوگ چاہتے تھے کہ جسد اطہر کو بیت المقدس میں سپرد خاک کیا جائے کیونکہ اس مبارک سرزمین میں ہزارہا انبیاء کرام علیہم السلام ابدی نیند سو رہے ہیں۔ تیسرا گروہ بضد تھا کہ اس پاک جسد سے خاک پاک مدینہ کو ہی سرفراز کرنا چاہئے۔

بات بگڑنے لگی تو پھر ایک مرد آہن کی ضرورت پڑی ایک ایسے ثالث کی جس کا فیصلہ تسلیم کرنے پر ہر ایک مجبور ہوجائے۔ سب کی نظریں حضرت ابوبکرؓ پر آکر جم گئیں۔ حضرت ابوبکرؓ آبدیدہ ہو کر بولے۔

"اے لوگو! میرا آقا و مولیٰ اس کا فیصلہ پہلے ہی کر گیا ہے۔ جسد مبارک کو حضرت عائشہؓ کے حجرے میں اس مقام پر سپرد خاک کیا جائے جس جگہ حضور ﷺ نے انتقال فرمایا تھا۔

مرد آہن کی زبان اور ثالث کے فیصلے پر سب نے سر جھکا دیا۔ پھر یہی مرد آہن اور ثالث ہمیں جانشینی رسالت کا فیصلہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مہاجر اور انصاری اپنی اپنی برتری جتا رہے تھے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا جانشین ان کے گروہ سے ہو۔ مگر یہ اختلاف بھی آپؓ کی ذات سے آپؓ ہی کی برگزیدہ ذات پر طے ہوا۔ سب نے آپؓ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ بنی ہاشم نے حضرت علیؓ کو آپ کے مقابلے پر کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر نیک نفس حضرت علی المرتضیٰؓ نے سلامت روی سے کام لیا اور چھ ماہ بعد ہی معذرت خواہی کے ساتھ آپؓ کی بیعت کرلی۔ آپؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا۔

"لوگو! جب تک میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں تو تم بھی میری اطاعت کرتے رہو لیکن جب میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔"

غور کیا جائے تو اس خطبہ کے ایک ہی جملے میں کتنی حکمت، کتنا تدبر اور کتنے عزم کا اظہار ہے۔ ایک طرف تو فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہوجاؤں تمہیں میری نافرمانی کی کھلی اجازت ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ تنبیہہ ہے کہ اگر میں نافرمانی نہیں کرتا تو تمہیں تو میری اطاعت کرنا ہوگی۔ تم میری نافرمانی نہیں کرسکتے اور تم نے اطاعت سے روگردانی کی تو مجھے اطاعت کرانے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اس وقت مجھ سے کسی نرمی کی توقع نہ رکھنا۔ یہ تھا عزم صدیق اور ایک مرد آہن کا پہلا اعلان اس خطبہ اور اس اعلان پر حضرت صدیق اکبرؓ ۱۳ھ تک اپنی خلافت کے دوران عمل پیرا رہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو یہ مسند پھولوں کی سیج کی بجائے کانٹوں کا بستر دکھائی دی۔ وصال رسول ﷺ کی خبر نے عربوں کے بڑے بڑے قبائل کو بغاوت پر آمادہ کردیا۔ کچھ زکوٰۃ اور کچھ ادائیگی نماز کے منکر ہوگئے۔ ایسے حالات میں مدینۃ النبی ﷺ کو مضبوط کرنے کی ضرورت تھی۔ تاکہ اگر کسی سمت سے حملہ ہو تو اس کی مدافعت کی جاسکے۔ مگر خلیفہ اول کو کسی اور بات کی فکر دامن گیر تھی اور وہ فکر تھی لشکر اسامہ کی موتہ کی طرف روانگی۔ اس لشکر کی روانگی کا حکم حضور ﷺ نے سفر آخرت کے آخری ایام میں دیا تھا۔ یہ لشکر اسامہ بن زید کی سپہ سالاری میں مدینہ سے تین میل دور جرف کے مقام پر جمع ہوا تھا۔ اس میں حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ شامل تھے۔ اسی دوران حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔

حالات کا تقاضا یہ تھا کہ اس لشکر کی روانگی ملتوی کردی جائے اور مدینہ کو مضبوط کیا جائے مگر اس لشکر کی روانگی حضرت ابوبکرؓ کی نظر میں اس قدر اہم تھی کہ انہوں نے لشکر کی روانگی کا فوراً حکم دے دیا۔ قبل اس کے کہ یہ سلسلہ کلام جاری رکھا جائے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس اہمیت پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے جس کی بنا پر حضرت صدیقؓ اس لشکر کو موتہ بھیجنے کے لئے اس قدر بے چین تھے۔

موتہ کا مقام ملک شام کی ریاست بلقا کا ایک قصبہ تھا۔ آج کل یہ شرق اردن میں بحیرۂ لوط کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ اس زمانے میں یہ مقام شرجیل بن عمرو غسانی حاکم بصرہ کے ماتحت تھا۔ شرجیل بن عمرو نے قاصد رسول ﷺ حارث بن عمیرؓ کو موتہ کے مقام پر شہید کردیا تھا۔ حضور ﷺ کو اس کا سخت ملال تھا۔ آپؐ نے شرجیل کی تادیب کا قصد کیا مگر یہودیوں کے جھگڑے کی وجہ سے فوری طور پر کوئی قدم نہ اٹھایا جاسکا۔

ایک مسلمان سفیر کا قتل اسلامی حمیت کے لئے ایک بڑا چیلنج تھا چنانچہ ۸ھ میں حضور ﷺ نے فتح خیبر کے فوراً بعد تین ہزار کا ایک لشکر زید بن حارثہ کی سرکردگی میں ملک شام کی طرف روانہ کیا تاکہ شرجیل بن عمرو کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ لشکر کی روانگی کے وقت حضور ﷺ نے یہ بھی حکم دیا کہ اگر دوران جنگ زید بن حارثہؓ شہید ہوجائیں تو ان کی جگہ جعفر طیارؓ لشکر کی کمان کریں اور اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر لشکر ہوں۔

شرجیل بن عمرو قیصر روم کے ماتحت تھا۔ اس کو جب خبر ملی کہ اسلامی لشکر منزلیں مارتا حدود شام کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس نے قیصر سے فوری کمک طلب کی۔ قیصر نے ایک لاکھ کا عظیم لشکر اس کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو زید بن حارثہ کچھ پریشان ہوئے کہ تین ہزار سے ایک لاکھ سے زیادہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ مگر شہادت کے شیدائیوں نے جنگ پر زور دیا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔

ادھر ہزاروں میل دور جنگ ہو رہی تھی اور ادھر حضور ﷺ صحن مسجد میں صحابہ کرامؓ کو جنگ کا حال سنا رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ زید بن حارثہؓ نے شہادت پائی اور اب جعفر طیارؓ نے علم سنبھالا ہے اور پھر ذرا دیر بعد فرمایا کہ جعفر طیارؓ بھی شہید ہوگئے اور علم عبداللہ بن رواحہؓ کے ہاتھوں میں آیا اور اب عبداللہ بن رواحہؓ بھی شہید ہوچکے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے گھبرا کر رخ پرنور کو دیکھا۔ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ اب اسلام کے جھنڈے کو سیف من سیوف اللہ (اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار) نے سنبھالا ہے اور رومیوں کا سردار مارا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس فتح کے بعد جب لشکر اسلام واپس آیا تو اس نے حضور ﷺ کے ارشاد کی حرف بحرف تصدیق کی۔ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کا اشارہ خالد بن ولیدؓ کی طرف تھا۔ جنہیں لشکر نے عبداللہ بن رواحہؓ کے بعد امیر لشکر منتخب کیا تھا۔ چنانچہ اس وقت سے خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کے نام سے مشہور ہوگئے۔ اس جنگ میں صرف تین ہزار مجاہدین نے ایک لاکھ رومی لشکر کو میدان سے مار بھگایا تھا۔ اس لئے اس کا تاریخ عالم کی عظیم جنگوں میں شمار ہوتا ہے۔

حضور ﷺ اس فتح کے بعد بھی زید بن حارثہؓ جعفر طیارؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ حارث بن عمیرؓ اور اس جنگ میں شہادت پانے والوں کی یاد کو فراموش نہ کرسکے اور عیسائیوں سے پورا انتقام لینے کے لئے پھر لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ کو جن کی عمر سترہ سال تھی۔ اس لشکر کی سرداری عطا کی حالانکہ اس لشکر میں حضرت عمرؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگ صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ مگر حضور ﷺ کی رحلت کی وجہ سے لشکر کی روانگی معرض التوا میں پڑ گئی۔

حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین کے بعد صدیقؓ نے مسجد نبوی ﷺ میں اعلان کیا۔

"لشکر اسامہ کے ساتھ جانے والے تمام لوگ جرف واپس جائیں اور اسامہ سے کہا جائے وہ روانگی کی تیاری کریں۔"

اہل مدینہ اور لشکر اسلام کے مجاہدین حضور ﷺ کے غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہیں یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کے سر سے سایہ اٹھ گیا تھا۔ مدینہ منورہ کے قلیل تعداد مسلمان ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے اور اس

قت شہری میں ایک ایک سپاہی کی ضرورت تھی۔ اس لان پر صحابہؓ کی پریشانی ایک فطری امر تھا۔ بعض صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ حضرت صدیقؓ سے لشکر کی روانگی ملتوی کرنے کی درخواست کریں۔

حضرت عمرؓ نے بڑے خلوص سے صحابہؓ کے خدشات خلیفہ محترم کے سامنے پیش کیا اور درخواست کی کہ موجودہ حالات کے تحت لشکر اسامہؓ کی روانگی ملتوی فرمائی جائے۔ صحابہؓ کی درخواست اور حضرت عمرؓ کا مشورہ بڑا صائب اور مخلصانہ تھا لیکن صدیقؓ کے عزم آہنی کو جلال آ گیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے صاف الفاظ میں فرمایا۔

"بھلا ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکرؓ) کی یہ مجال کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اس لشکر کو روک سکے جس کی روانگی کا حکم سرور کائنات ﷺ نے دیا ہو۔ سنو اے ابن خطاب! مدینہ رہے یا مٹ جائے' خلافت رہے یا ختم ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم پورا ہو کر رہے گا۔ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ فوج کی روانگی کے بعد جنگل کے بھیڑیے آئیں گے اور مدینہ کی عورتوں اور بچوں کو اٹھا کر لے جائیں گے تب بھی میں لشکر کو روانہ کرنے سے باز نہ آؤں گا۔"

حضرت عمرؓ کی تمام دلیلیں مرد آہن کے آگے سرنگوں ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ فوراً جرف پہنچ گئے۔ لشکر میں شامل صحابہؓ کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ لشکر کی روانگی کے ملتوی ہونے کی خبر لے کر آئے ہوں گے مگر حضرت عمرؓ نے صدیق اکبرؓ کا حکم سنایا تو وہ سناٹے میں آ گئے۔ نوعمر جناب اسامہؓ خود بھی صحابہ کرامؓ سے اتفاق کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی صورت لشکر کی روانگی رک جائے اس وقت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ وہ اسامہؓ کی طرف سے جا کر دربار خلافت میں عرض کریں کہ انہیں واپسی کی اجازت دی جائے کیونکہ تمام کبار صحابہؓ ان کے ساتھ آ گئے ہیں اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں مشرکین مدینہ پر دھاوا نہ بول دیں۔

حضرت عمرؓ پھر مدینہ واپس ہوئے۔ چلتے وقت بعض صحابہؓ نے درخواست کی کہ اگر خلیفہ محترم لشکر کی روانگی ملتوی نہیں کر سکتے تو لشکر کی سپہ سالاری کسی تجربہ کار شخص کے سپرد کی جائے کیونکہ اسامہؓ ابھی نوعمر اور ناتجربہ کار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اسامہؓ اور صحابہؓ کی درخواست پھر حضرت ابوبکرؓ کے سامنے پیش کی۔

عزم آہنی کو ایک بار پھر جلال آ گیا۔ اسامہؓ کی درخواست کے جواب میں بوڑھے شیر رسول ﷺ نے کہا۔

"قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مدینہ میں اگر اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آکر میری ٹانگیں نوچیں تب بھی میں اس مہم کو نہیں روک سکتا جس کی روانگی کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔"

پھر ایک لمحہ رک کر فرمایا۔

"جہاں تک امیر لشکر کی تبدیلی کا تعلق ہے تو اے ابن خطاب تم مجھے ایک ایسے شخص کو بدل دینے کے بارے میں کہتے ہو جسے رسول اللہ ﷺ نے خود مقرر فرمایا تھا۔ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کی زبان میں اللہ بولتا ہے۔ تم مجھے اللہ اور رسول ﷺ دونوں کی نافرمانی پر آمادہ کرتے ہو۔"

یہ تھی شان صدیقی اور عزم آہنی جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت مقام جرف پہنچ گئے اور حکم دیا کہ لشکر ابھی اور اسی وقت روانہ ہو گا۔ انکار کون کر سکتا تھا؟ لشکر روانہ ہوا اور خلیفہ الرسول ﷺ پیادہ لشکر کے ساتھ چلنے لگے۔

اسامہؓ سے برداشت نہ ہوا اور بولا۔

"خلیفۃ المسلمین زیدؓ کا بیٹا اسامہؓ آپ کو پیدل چلتے نہیں دیکھ سکتا۔ یا تو آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیے ورنہ پھر میں گھوڑے سے اتر جاؤں گا۔"

اس وقت ہمیں اس مرد آہن کے کردار کا ایک پہلو نظر آتا ہے۔ وہ صدیقؓ جس نے حضرت عمرؓ کی سفارش رد کر دی تھی' وہ ابوبکرؓ جو صحابہؓ کے مشورے رد کر چکا تھا۔ اس عزت و ہمت کے پیکر پر یکایک خوف اللہ غالب آ جاتا ہے۔ خشیت الہٰی سے اس کا جسم کانپ اٹھتا ہے اور پتھر موم کی طرح پگھل جاتا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور بھرائے لہجے میں کہتے ہیں۔

"اے اسامہؓ! اللہ کی قسم تم گھوڑے سے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ اگر میرے پاؤں اللہ کی راہ میں دو گھڑی غبار آلود ہو جائیں تو تمہارا یا میرا کیا نقصان ہو گا۔ خدا کی قسم میں نے اپنے آقائے نامدار ﷺ سے سنا ہے کہ غازی کے ہر ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس کی سات سو خطائیں معاف ہوتی ہیں اور اسے سات سو درجات حاصل ہوتے ہیں۔

لشکر اسامہؓ روانہ ہو گیا۔ مدینہ کو خالی دیکھ کر بغاوت اور ارتداد کے شعلے تیزی سے پھیلنے لگے۔ ایک کے بعد ایک قبیلہ مرتد ہوتا گیا۔ کسی قبیلے سے آواز بلند ہوتی کہ اگر محمد ﷺ خدا کے نبی ہوتے تو انہیں عمر جاودانی ملتی وہ وفات کیوں پاتے۔ دوسرا قبیلہ کہتا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد رسول ﷺ کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ صرف اللہ کی اطاعت کافی ہے۔ کسی نے نعرہ بلند کیا کہ ہم نماز پڑھیں گے' روزے رکھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ کو تمام خبریں مل رہی تھیں۔ صحابہؓ کو اپنے خدشات پورے ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔ خلیفہ اول کو بھی خطرات کا اندازہ تھا مگر وہ مصلحتاً خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے اور نامہ و پیام سے وقت ٹال رہے تھے۔

مرتدین نے خلیفہ کی خاموشی کو کمزوری پر محمول کیا اور اپنے اپنے لشکر لے کر مدینۃ النبی کے اطراف میں آ گئے۔

قبائل بنی عبس اور بنی ذبیان پیش پیش تھے۔ ایک گروہ نے مدینہ سے صرف بارہ میل دور مقام ابرق پر پڑاؤ ڈالا اور دوسرا گروہ جن کے ساتھ بنی کنانہ بھی تھے مدینہ سے ایک منزل دور ذوالقصہ کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ اس لشکر کا سردار حبال نام کا ایک شخص تھا جو طلیحہ کی جھوٹی نبوت پر ایمان لے آیا تھا۔ معاملہ یہیں ختم نہ ہوا بلکہ مرتدین نے اپنے وکیلوں کا ایک وفد مدینہ بھیجا۔ اس منہ زور وفد نے پیغام دیا۔

"ہم نماز پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔"

مرتدین کا یہ پیغام خلیفہ اول کو پہنچایا گیا۔ حضرت صدیقؓ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے تھے۔ تمام صحابہ کرامؓ ان کے گرد جمع تھے۔ سب پر دشمنان دین کا خوف طاری تھا۔ سب کی رائے تھی کہ مرتدین کی شرطیں تسلیم کر لی جائیں مگر حضرت صدیق اکبرؓ اس طرح خاموش تھے جیسے گویا مراقبے میں۔ صحابہؓ کو الجھن ہو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ جن کی طبیعت کی تیزی پورے عرب میں مشہور تھی وہ بھی مصالحت کی طرف مائل تھے۔ آخر حضرت عمر فاروقؓ نے کہا۔

"ہم نہ لڑنے سے ڈرتے ہیں' اور نہ ہمیں جان کی پرواہ ہے۔ مگر ہم ان لوگوں سے کس بنا پر لڑیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ نہ پڑھیں مجھے ان سے لڑنے کا حکم ہے۔ مگر یہ لوگ کلمہ توحید سے انکار نہیں کرتے اس لئے ان سے جنگ کس طرح کی جا سکتی ہے۔"

اور یہی وہ وقت تھا جب حضرت ابوبکر صدیقؓ ثبات کا پیکر' استقلال کا مظہر اور اسلام کا مرد آہن تڑپ کر اٹھا اور شعلہ جوالا بن گیا۔ حضرت صدیقؓ نے تلوار کھینچ کر ہوا میں لہرائی اور گرجدار آواز میں فرمایا۔

"اے عمر ابن خطاب! حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تک لوگ اس کلمہ کا حق ادا نہ کریں میں ان سے لڑوں گا اور اس کلمے کا حق یہی ہے کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اگر یہ لوگ حیات رسول اللہ ﷺ میں ایک بکری کا بچہ زکوٰۃ میں دیتے رہے ہیں اور اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو خدا کی قسم میں ان سے لڑوں گا۔ کوئی میرا ساتھ نہ دے گا تو اکیلا جا کے جہاد کروں گا۔"

اس مرد مجاہد کا یہ زبانی نعرہ نہ تھا بلکہ ایک ایسا اعلان تھا جس پر اس نے عمل کر کے دکھایا۔ حضرت ابوبکرؓ اسی طرح ہوا میں تلوار لہراتے مسجد سے باہر نکل گئے اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ ابوبکرؓ کے عزم و ارادے اور استقلال نے حالات کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ مرتدین حملہ آور ہوئے مگر شکست کھا کر میدان چھوڑ گئے اور یہ مرد آہن اپنے تمام رفیقوں اور ہمراہیوں کے ساتھ مرتدین کا پیچھا کرتا ہوا ذی حسی تک پہنچ گیا۔

یہ مجاہد مرد صرف اپنے ارادوں اور مسلم دوستی ہی کا

باقی ص ۱۳ پر

خلیفۂ اوّل
غارِ یارِ رسُولؐ

سیّدنا ابُوبکر صدیقؓ

حافظ محمد حسن فاروقی، معلم جامعہ انوار الصحابہ کراچی

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ایک دن مرض وفات میں اپنے حجرے سے نکل کر مسجد نبویؐ میں تشریف لے آئے جہاں ہم پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت آپؐ نے اپنے سر مبارک پر کپڑا باندھ رکھا تھا (جیسے کہ درد سر کے لئے مریض اپنے سر کو باندھے رکھتا ہے) پھر آپؐ منبر کی طرف چلے، اس پر کھڑے ہوئے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ بڑھ کر آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس وقت آپؐ نے (حمد و ثناء کے بعد) فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس وقت اپنی جگہ (یعنی اس منبر پر) حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا ایک بندہ ہے جس کے سامنے (فانی) دنیا اور دنیا کی (فانی) بہاریں پیش کی گئیں لیکن اس نے (مٹ جانے والی دنیا پر) آخرت کی کبھی نہ مٹنے والی نعمتوں کو ترجیح و فوقیت دی ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کی رمز کو سوائے ابوبکرؓ کے کوئی نہ سمجھ سکا۔ چنانچہ زبان رسالتؐ سے یہ الفاظ سن کر ابوبکرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور وہ رونے لگے۔ پھر بولے (نہیں) یارسول اللہ ﷺ (نہیں) ایسے غمناک بات نہ فرمایئے۔ ہم اپنے باپوں کو اپنی ماؤں، اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو آپؐ پر صدقہ کریں گے۔ حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضورؐ منبر سے اتر کر تشریف لے گئے اور اس کے بعد پھر کبھی منبر پر کھڑے نہ ہوئے (یعنی اس دن آپؐ کا منبر پر کھڑا ہونا آخری تھا) یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فہم و ادراک کا کمال تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سنتے ہی سمجھ لیا کہ ذات رسالت پناہ ﷺ کی جدائی اور مفارقت کا وقت قریب آگیا اور ہمارے درمیان آپؐ چند ہی دنوں کے مہمان ہیں۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم تمام میں سب سے زیادہ دانا تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض الموت میں اپنا سر ایک پٹی سے باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا لوگو ابوبکرؓ سے زیادہ اپنی جان اور اپنے مال سے مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل اور دوست بناتا تو یقیناً ابوبکرؓ کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی سب سے بہتر اور افضل ہے۔ میری طرف سے ہر کھڑکی کو جو اس مسجد میں ہے بند کردو۔ سوائے ابوبکرؓ کی کھڑکی کے۔ اس سے مراد یہ تھا کہ ابتداء میں مسجد نبویؐ سے ملے ہوئے جو مکان تھے ان کی کھڑکیاں مسجد نبویؐ کی طرف تھیں اور جو حکم آپؐ نے یہ فرمایا کہ باقی سب کھڑکیاں بند کردیں صرف ابوبکرؓ کی کھڑکی کھلی رہے۔ اس حکم کے ذریعے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور ان کی تکریم کا اظہار تو مقصود تھا ہی لیکن اصل میں یہ اس بات سے کنایہ (اشارہ) یہ بھی تھا کہ میرے بعد امت کی سربراہی اور خلافت کے لئے ابوبکرؓ کو منتخب کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے میرے اوپر احسان کیا ہو لیکن میں نے اس کا بدلہ نہ دیا ہو سوائے ابوبکرؓ کے جو ابوبکرؓ نے مجھ پر احسان کئے ہیں ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی قبر سے سب سے پہلے اٹھنے والا میں ہوں گا۔ اور میرے بعد ابوبکرؓ اور پھر عمر فاروقؓ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ پھر بقیع قبرستان کے مدفون اٹھائے جائیں گے (بحوالہ مظاہر حق)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے (ایک دن) حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے ان سے فرمایا۔

انت عتیق اللہ من النار فیومئذ سمی عتیقا (ترمذی)

ترجمہ۔ "آپ آگ سے اللہ کے بچائے ہوئے ہیں، اس دن سے آپ کو عتیق بھی کہا جانے لگا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے امامت کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب نبی کریم ﷺ اپنے مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور نماز کا وقت آیا۔ اذان ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپؐ سے کہا گیا کہ ابوبکرؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو (شدت غم سے) نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ دوبارہ آپؐ نے فرمایا تو آپؐ کے حکم کو بجالاتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا گیا اور آپؓ نے آقائے نامدار کی فرمانبرداری کرتے ہوئے نماز پڑھائی۔ تو بعد ازاں نبی کریمؐ نے مرض میں کچھ کمی پائی۔ آپؐ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لیتے ہوئے نکلے گویا میں اب بھی آپؐ کے دونوں پاؤں کو دیکھ رہی ہوں کہ بہ سبب ضعف مرض زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ پس ابوبکرؓ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ مگر نبی کریمؐ نے اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر رہو چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کی موجودگی میں بقیہ نماز ختم کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتہائی نازک وقت میں سہارا دینا

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قریب تھا کہ امت میں بڑا اختلاف ہوجائے۔ بعض صحابہ کرامؓ آپؐ کی وفات بھی تسلیم نہیں کررہے تھے۔ پھر حضورؐ کی تدفین کا مسئلہ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ مسائل بخوبی نمٹائے پھر اس کے بعد ارتداد کے فتنوں نے سر اٹھایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے خلاف جہاد کرکے ان کی سرکوبی کی۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ اور آپؐ کی تدفین کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میں نے (اس سلسلہ میں) خود نبی کریم ﷺ سے ایک بات سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر نبیؐ کی روح اس جگہ قبض کرتا ہے جہاں وہ نبی دفن ہونا پسند فرماتا ہے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کو اس جگہ دفن کرنا چاہئے جس جگہ آپؐ کی وفات ہوئی۔ صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ ابوبکرؓ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے اور اسی طرح حجرۂ عائشہ صدیقہؓ میں جہاں آپؐ کی وفات ہوئی تدفین عمل میں آئی۔

خلافت کا پہلا خطبہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلا خطبہ یہ ارشاد فرمایا کہ۔

"اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں۔ اگر میں نیک کام کروں تو اس میں میری مدد کرو اور اگر برا کروں تو مجھے ٹوکو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں۔ اور تمہارا قوی آدمی میرے نزدیک کمزور ہے۔ جب تک اس کے ذمہ جو حق ہے وہ اس

باقی ص ۲۱ پر

بابو شفقت قریشی سہام

احترامِ آدمیت

اصلاحِ معاشرہ کی بنیادی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی کہ اسے صاحب شرف و کرامت بنایا ہے۔ اس اعتبار سے ہر انسان کے لئے خواہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا یہ لازم ہے کہ وہ اپنی اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی اس حیثیت اور شرف کو ہمیشہ ملحوظ رکھے اور اپنی کسی بات یا طرز عمل سے اس انسانی شرف کو ٹھیس نہ پہنچائے۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کا بنیادی مقصد ایک ایسا صالح معاشرے کا قیام ہے جس میں ہر چھوٹا اپنے بڑوں کی تعظیم و تکریم کرے' ان کے سامنے ادب و لحاظ سے رہے اور ہر بڑے کے لئے بھی یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کرے۔ اگرچہ ان میں باہمی کوئی رشتہ نہ ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا۔

"جو بڑا اپنے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور جو چھوٹا اپنے بڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔"

(جامع ترمذی۔ مشکوۃ)

اس حدیث مبارکہ میں آداب معاشرت کا ایک زریں اصول سمجھایا گیا ہے کہ بڑوں کی عزت کی جائے اور چھوٹوں پر رحم کھایا جائے۔ رحم کھانے سے مراد یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ شفقت' محبت' پیار اور نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بڑوں کا احترام یا ان کا خیال رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ عمر میں جو فرد بھی بڑا نظر آئے اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ احترام انسانیت پر زور دینے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے فطری حقوق کا تحفظ اور امن عالم کا اہتمام ہو۔ حضور ﷺ نے اپنے مذکورہ فرمان کے ذریعے اس شخص کو اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش نہیں آتا۔

حضور اکرم ﷺ بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ جب آپ کا گزر بچوں کے پاس سے ہوتا تو انہیں سلام کرتے اور رک کر پیار فرماتے تھے۔ ایک دن آپ اپنے نواسے حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے تھے کہ اقرع بن حابسؓ نے جو اس وقت آپ کے پاس موجود تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے دس لڑکے ہیں' میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ جناب رسالتماب ﷺ نے فرمایا من لا یرحم لا یرحم ترجمہ۔ "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ۔ "تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"

رحم دلی' شفقت' محبت اور ادب و احترام انسانیت کی وہ اعلیٰ خوبیاں ہیں جن کو عام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے اخلاق الٰہی کے سانچے میں ان کو ڈھال دیا۔ چنانچہ تعلیمات نبویؐ مسلمانوں سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے احترام انسانیت میں خرابی پیدا ہونے کا خدشہ ہو کیونکہ اسلامی معاشرے میں ہر فرد پر دوسرے افراد کے حقوق ہیں۔ حضور ﷺ سے بڑھ کر کائنات میں اور کون ہو سکتا ہے۔ آپ کی مجلس میں جب کسی قوم کا کوئی سردار آتا تو آپ اس کی عزت کرتے اور اسے اس کے مقام کے مطابق اسے جگہ دیتے تھے۔ اسی طرح آپ کی بچوں کے ساتھ محبت مثالی تھی۔ مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بچوں کو گود میں اٹھا لیتے انہیں بوسہ دیتے۔ سواری کے وقت اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور گزرتے وقت اگر بچے آپ کے دامن سے لپٹ جاتے تو آپ کھڑے ہو کر ان سے پیار فرماتے تھے۔

جامع ترمذی میں ہے کہ۔

"کوئی جوان کسی بوڑھے بزرگ کی بڑی عمر کی وجہ سے اس کی عزت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی ایسے لوگ مقرر کر دے گا جو اس کے بڑھاپے کے وقت اس کی عزت کریں گے۔"

گویا آخرت میں تو اجر ملے گا ہی' اس دنیا میں بھی جب انسان قابل رحم حالت میں ہوتا ہے اور اسے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت ایسے لوگ مقرر فرما دے گا جو اس بڑھاپے کے وقت اس کی عزت و تکریم کریں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم ترجمہ۔ "بوڑھے مسلمان کا احترام کرنا عظمت خداوندی کا اعتراف ہے۔"

حضور ﷺ نے ایک عمر رسیدہ مسلمان کے احترام کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کے اعتراف کا حصہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی بوڑھے مسلمان کی عزت کرتا ہے وہ اپنے دل میں اللہ کی عظمت و کبریائی پر پورا ایمان رکھتا ہے۔ بڑے احترام کے مستحق اس لئے ہوتے ہیں کہ وہ ایک تو چھوٹوں سے عمر میں بڑے ہوتے ہیں' پھر اکثر علم و تجربہ میں فائق اور نیک ہونے کی صورت میں عمل میں بھی ان سے آگے ہوتے ہیں چنانچہ اللہ کے ہاں بھی ان کا اونچا مقام ہو جاتا ہے۔ درحقیقت عمر میں بڑے کا احترام اللہ کی بزرگی کا اعتراف ہوتا ہے۔ اس لئے جو کسی بزرگ کی عزت کرتا ہے وہ یقیناً رب جلیل کی عزت و تکریم میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا۔ ابو طفیلؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور ﷺ کی مجلس میں جعرانہ کے مقام پر بیٹھے تھے ایک عورت آئی آپ نے اس کے بیٹھنے کو چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ میری رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ تھیں۔ ایک دفعہ قبیلہ بنو سعد کے کچھ لوگ جنگی قیدی ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ ان کی رہائی کے لئے آئیں تو حسب عادت حضور ﷺ ان کے آنے پر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا میری ماں کی قوم کے سارے قیدیوں کو رہا کر دو۔

جناب رسالتماب ﷺ خود بچوں سے پیار اور بڑوں کی عزت و احترام حد سے زیادہ فرماتے تھے اور اس کی سب کو تلقین بھی فرمائی ہے۔ آپ کی تعلیمات ہماری زندگی کے تمام شعبوں کے لئے ہر لحاظ سے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ آپ کا اسوۂ حسنہ ہماری بقا کی شرط ہے اور اس سے دوری ہماری فنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچوں سے پیار کرنے اور بزرگوں کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ۔ اور میں زندہ ہوں

علمبردار نہ تھا بلکہ اس کے خمیر میں حسن اخلاق' دیانت اور امانت شامل تھی۔ یہ دولت مند بھی تھا۔ مگر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ۔

"سب کچھ اٹھا لائے۔ گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا؟"

تو ابوبکرؓ نے ادب سے کہا تھا کہ۔

"صدیقؓ کے لئے صرف اللہ اور اس کا رسول ﷺ کافی ہے۔"

حضرت صدیقؓ کی کئی خوبیاں اور آہنی ارادے تھے جس کی وجہ سے ڈھائی سال کے مختصر عرصہ میں سلطنت ایران' سلطنت روما کا بیشتر حصہ نور اسلام سے جگمگا اٹھا۔

مرسلہ۔ عبدالباسط راشد اعوان کوٹری

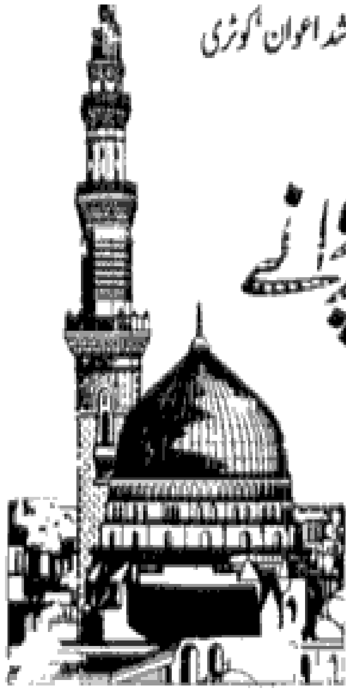

ناموس رسالت ﷺ کے پروانے

[illegible]

پیغمبر اسلام خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اعلان نبوت سے لے کر آج تک باطل نے ہمیشہ شمع رسالتؐ کو بجھانے کی کوشش کی ہے لیکن شمع رسالتؐ کے پروانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے کفر کی ہر سازش کو ناکام بنادیا۔

خود اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی کریمؐ کی ذات گرامی پر کیچڑ اچھالنے والوں کو منہ توڑ جواب دیا اور دنیا میں ایسا ذلیل و رسوا کیا کہ آنے والی انسانیت کے لئے گستاخان رسول نشان عبرت بن گئے۔

اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے شیدائیوں کو دین سے بیگانہ اور منحرف کرنے کے لئے باقاعدہ منظم طور پر ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے لے کر قیام پاکستان تک خصوصاً ہندوستان اور عموماً پورا عالم اسلام بڑے ہی پر آشوب دور سے گزرے ہیں کہ اس دور میں باطل قوتیں رسول عربیؐ کے شیدائیوں کو دین سے منحرف کرنے کی باقاعدہ اور منظم مہم چلا رہی تھیں (اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے)۔

اس دور میں ۱۸۵۷ء میں آریہ سماجی لیڈر پنڈت سوامی دیانند نے دل آزار کتاب "ستیارتھ پرکاش" لکھی اور پہلی دفعہ بنارس سے شائع ہوئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اور آریہ سماجی لیڈر پنڈت چمپاوتی ایم اے پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور نے (نعوذ باللہ) "رنگیلا رسول" ایسی رسوائے زمانہ کتاب لکھی۔ لاہور ہی کے ایک سخت دشمن اسلام گستاخ رسول کتب فروش راجپال نے اس کتاب کی طباعت کی اور اشاعت کا بیڑہ اٹھایا اور ۱۹۲۳ء میں وہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی اور اس کتاب کے منظر عام پر آتے ہی مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ لاہور میں بدنام زمانہ کتاب اور اس کے مصنف اور ناشر کے خلاف جابجا جلسے جلوس ہونے لگے۔

عاشقان رسول کا ایک جلسہ اور امیر شریعت کی للکار

۱۴ اور ۱۵ جولائی ۱۹۲۷ء کی درمیانی شب کو بیرون دہلی دروازہ درگاہ شاہ محمد غوثؒ کے بالمقابل میاں عبدالرحیم کے احاطہ میں لاہور کے غیرت مند مسلمانوں کی طرف سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور اس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، خواجہ عبدالرحمٰن غازی جیسے مجاہدین اسلام شریک ہوئے اور اس جلسے کی صدارت چوہدری افضل حق نے کی (۱۷ جولائی ۱۹۲۷ء کو شائع ہونے والا اخبار زمیندار اس جلسے کی کارروائی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے)۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اسٹیج پر تشریف لائے (سامنے رسول عربیؐ کے پروانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر) شاہ جی نے مجمع پر نظر ڈالی اور خطاب شروع کیا۔ دوران خطاب ایک جگہ داغ کا یہ شعر پڑھا۔

پڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کروں تو داغ نام نہیں

داغ کا یہ شعر شاہ جی نے کچھ اس انداز سے پڑھا کہ لوگ بے قابو ہوگئے۔ سینوں میں عشق نبیؐ کی ٹھنڈک اور آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ شاہ جی نے مجمع کو اس طرح گرما کر جذبات ابھار کر اپنی تقریر شروع کی۔ شاہ جی نے فرمایا۔

"آج ہم سب فخر رسلؐ کی ناموس پر قرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ بنی نوع انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ آج اس جلیل القدر ہستیؐ کا ناموس معرض خطر میں ہے، جس کی دی ہوئی عزت پر عالم موجودات کو ناز ہے۔ آج مولانا احمد سعید صاحب اور مفتی کفایت اللہ کے دروازے پر ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ ارے دیکھو تو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ دروازے پر تو کھڑی نہیں؟؟؟"

یہ سن کر حاضرین میں کہرام مچ گیا اور مسلمان دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

شاہ جی نے فرمایا۔

"تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج سبز گنبد میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں اور خدیجہؓ اور عائشہؓ پریشان ہیں۔ بتاؤ تمہارے دلوں میں امہات المومنینؓ کی کیا وقعت ہے؟ آج ام المومنین عائشہؓ تم سے اپنے حق کا مطالبہ کررہی ہے۔ وہی جنہیں رسول اللہ ﷺ حمیرا کہہ کر پکارتے تھے۔ جنھوں نے سید عالم کو رحلت کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ اگر تم خدیجہؓ اور عائشہؓ کی ناموس کی خاطر جانیں دے دو تو کچھ کم فخر کی بات نہیں۔ یاد رکھو یہ موت آئے گی تو پیام حیات لے کر آئے گی۔"

اس تقریر نے سارے شہر میں اک آگ سی لگادی۔

جاں نثار رسول عربی غازی علم الدین

لاہور کے مشہور شہر سریانوالہ بازار کے ایک ترکھان (بڑھئی) خاندان کے جوان غازی علم الدین اس تقریر کو سن کر تڑپ اٹھے۔ شام کو گھر آئے تو سکون نہ تھا۔ رات کو خواب میں ایک بزرگ ملے۔ انھوں نے غازی علم الدین سے کہا کہ۔

"تو پڑا سوتا ہے اٹھ کہ دشمن نے تیرے نبیؐ کی شان میں گستاخی کی ہے تو کب تک سوتا رہے گا۔"

اسی وقت اٹھے اوزار لے کر اپنے دوست شیدے کے پاس پہنچے اور سارا خواب سنایا۔ اس نے کہا۔

"مجھے بھی اسی طرح کا خواب آیا ہے۔"

دونوں میں موذی راجپال کو قتل کرنے کے مسئلے پر تکرار ہوئی۔ ایک نے کہا کہ میں قتل کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ اس موذی کو میں جہنم رسید کروں گا۔

آخر فیصلہ ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے۔ تین دفعہ قرعہ ڈالا گیا تو تینوں دفعہ قرعہ علم دین کے نام نکلا کہ قدرت نے یہ سعادت علم دین ہی کی قسمت میں لکھی تھی کہ اس شاتم رسول کو جہنم رسید کرکے بارگاہ نبوت میں باریاب ہو۔

۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کو انھوں نے بازار سے چاقو خریدا اور راجپال کی دوکان کے سامنے جا بیٹھے۔ جونہی راجپال دکان میں داخل ہوا۔ اسے للکار کر چاقو اس کے سینے میں پیوست کردیا اور اس گستاخ رسول کو جہنم رسید کردیا۔ مقدمہ چلا اور موت کی سزا سنادی گئی۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو انھیں پھانسی دے دی گئی اور یوں غازی علم الدین (شہید) نے جام شہادت نوش کرکے یہ پیغام دیا کہ۔

دل پہ لیا ہے داغ عشق کھو کے بہار زندگی
اک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

اور غازی علم الدین شہیدؒ نے جام شہادت نوش کرکے قوم کو شاتم رسولؐ کی سزا سے آگاہ کردیا کہ آئندہ جس شاتم رسولؐ نے نبی کی شان کے خلاف اپنی گندی زبان استعمال کی۔ شمع رسالت کے پروانے اپنی جانوں کو قربان کرکے اس شاتم رسولؐ کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

مولانا ظفر علی خان نے غازی علم الدین کی شہادت پر ایک نظم کہی تھی۔ جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔

جو غازیؒ کی غیرت' لاج رکھ لی جس نے ملت کی
عطاء اللہؒ کا جیت رہا ایمان ہو جاؤ

غازی علم دین شہید کے بعد جاں نثاران نبی کا ایک سلسلہ شروع ہوا کہ جو اپنی گردنیں کٹوا کر شمع رسالتؐ کی حفاظت کرتے رہے اور شاتمان رسول کو ٹھکانے لگاتے رہے۔

دہلی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر پرانی کتابیں فروخت کرنے والا عاشق رسول مولوی عبدالرشید شہید جس نے شاتم رسول سوامی شردھانند کو جہنم رسید کیا۔

غازی عبدالقیوم شہید

غازی آباد ہزارہ سے بہ سلسلہ روزگار کراچی آنے والا غازی عبدالقیوم شہید جس نے ملعون ہندو نتھو رام کو عدالت میں پہنچ کر پیٹنے میں چھپایا ہوا خنجر نکال کر پیٹ میں گھونپ دینے کے بعد ہلاک کردیا۔ غازی عبدالقیوم کو گرفتار کرلیا گیا۔ اقرار جرم کرنے پر اسے سزائے موت سنادی گئی۔ مسلمانوں نے اپیل کرنا چاہی تو اس مرد مجاہد نے یہ شعر پڑھ کر انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

دل پہ لیا ہے داغ عشق' کھو کے بہار زندگی
اک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

بالآخر انہیں پھانسی دے دی گئی۔

فیروز پور ضلع قصور کا غازی محمد صدیق

جس نے قصور کے ایک دریدہ دہن گستاخ رسول پالا مل زرگر کو رمبی سے وار کرکے موقع پر ہی ہلاک کردیا اور بالآخر ۱۹ر مارچ ۱۹۳۵ء کو یہ پروانہ رسالت' آقا [illegible] کے قدموں کی خاک چھونے سفر آخرت پر روانہ ہوگیا۔

قصور ہی کا رہنے والا غازی عبداللہ جس نے وارث شاہؒ کے گاؤں جنڈیالہ شیر خان کے رہنے والے ایک بدبخت چنچل سنگھ (جو کہ شیخوپورہ کے گرد و نواح میں رسالت مآبؐ کے خلاف یاوہ گوئی کرکے اپنے خبیث باطن کا اظہار کرتا پھرتا تھا) کی شہہ رگ کاٹ کر جہنم رسید کردیا۔ جس کے نتیجے میں انہیں سزائے موت سنائی گئی بالآخر اس شہید ناز کو بھی بارگاہ مصطفویؐ میں باریابی کی سعادت نصیب ہوئی۔

تلہ گنگ کا غازی محمد شہیدؒ چکوال کا غازی مرید حسین شہیدؒ اور چکوال ہی کا محمد منیر شہیدؒ بھی جاں نثاران مصطفیٰؐ کی فہرست میں شامل ہیں۔

یہ ان چند واقعات کی مختصر سی جھلک ہے جو برطانیہ کے استعماری دور استبداد میں برصغیر میں رونما ہوتے رہے ہیں۔ دنیا کو یہ علم ہونا چاہئے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اور جس مقام پر ہو۔ حضورؐ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہیں کرسکتا اور اس کے لئے وہ ہروقت مرنے مارنے پر تیار اور مستعد ہوتا ہے۔ کیونکہ ناموس رسالت کے لئے ہر قربانی (جانی و مالی) کے لئے تیار رہنا ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے۔ رسول اکرمؐ سے محبت و عقیدت کی ایک نہیں بے شمار وجوہات ہیں اور وہ لوگ ہمارے نزدیک غازی اور شہید ہیں جو ناموس رسالت پر اپنی جان قربان کردیتے ہیں بلکہ جاں نثار ہیں۔

عاشق رسول اور جاں نثار رسول

پرویز حمید صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"آغا شورش کاشمیری ایک روز اچھے موڈ میں بیٹھے تھے۔ شیخ اقبال صاحب فیروز (فیصل آباد) اور میں (پرویز حمید) ان کی خدمت میں حاضر تھے۔ امیر شریعت کی تقریر کے انداز پر باتیں کرتے ہوئے آغا صاحب نے کہا.....شاہ جی! کمال کی شخصیت تھے۔ اگر کوئی انہیں تقریر کے دوران چھیڑتا یا ان کی روانی کی راہ روکنا چاہتا تو شاہ جی کی خطابت اور حاضر جوابی کو گویا ایڑ لگ جاتی اور آپ ایسی خوبصورت بات کرتے کہ بڑے بڑے دانشور اور عالم بھی سر دھنتے۔"

آغا صاحب نے کہا۔

سیرت النبیؐ کا جلسہ تھا۔ عشاق نبوتؐ جوق در جوق جمع تھے۔ ہر طرف سامعین کا ہجوم تھا۔ اسٹیج کے سامنے تاحد نظر سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ حضرت امیر شریعت تقریر کے لئے اٹھے۔ آپ نے تشہد و تعوذ کے بعد قرآن مجید کی کچھ آیات کریمہ اس حسن قرات سے تلاوت فرمائیں کہ جلسہ میں موجود ہزاروں یا لاکھوں افراد دم بخود ہوگئے۔ جو جہاں بیٹھا تھا اور جو جہاں کھڑا تھا ساکت تھا (آغا صاحب کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی)۔

اور انہوں نے ایک مختصر سے وقفہ کے بعد اپنی بات پھر شروع کی تو سننے والے سننے لگے۔ آغا صاحب نے کہا۔

"شاہ جی کو اللہ نے ایسی آواز دی تھی کہ جب وہ تلاوت کرتے تھے تو سننے والے مسحور ہوجاتے۔ شاہ جی نے جب اس کے بعد اپنی تقریر شروع کی تو رسول عربیؐ کے نام پر اپنی جانوں کو قربان کرنے والوں کا ذکر آیا تو آپ نے اسی فہرست میں غازی علم الدین شہیدؒ کا نام بھی بڑے احترام سے لیا۔ اس پر سامعین میں سے کسی صاحب نے کھڑے ہوکر آپ سے سوال کیا۔ شاہ جی! غازی علم دین شہید نے تو آپ کی تقریر سن کر اپنے جذبہ ایمانی کو زندہ پایا اور راجپال کو جہنم واصل کیا تھا۔ مرتبہ کے اعتبار سے آپ کا مقام بلند ہے یا غازی علم الدین شہید کا۔"

آغا صاحب نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

" یہ بات سن کر شاہ جی جلال میں آگئے۔ انہوں نے کہا میرے بھائی میں تو عاشق رسولؐ ہوں۔ آپ بھی عاشق رسولؐ ہو اور ہر مسلمان کو عاشق رسولؐ ہونا چاہئے۔ میں آپ اور ہر مسلمان غازی علم الدین شہید اور ناموس رسالت پر اپنی جانیں قربان کرنے والے جاں نثاران رسولؐ کی خاک پا کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ جاں نثار رسولؐ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ اتنا بلند ہے کہ اس کا تعین خود نبی کریمؐ اور ذات باری تعالیٰ فرمائیں گے۔ ہم آپ تو عاشق رسولؐ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے جذبات اور خواہشات اور دعاؤں کو قبول فرمائے۔"

آغا شورش کاشمیری اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے اور پھر کہنے لگے کہ شاہ جیؒ واقعی بہت بلند مرتبت عاشق رسولؐ تھے۔ اور انہوں نے جاں نثار رسولؐ کی جو تعریف کی ہے یہ بھی وہی کرسکتے تھے۔

یہ واقعہ لکھتے لکھتے ذہن میں آگیا اور میں نے لکھ دیا۔

یہ تو تھی اک جھلک عاشقان مصطفیٰؐ اور جاں نثاران مصطفیٰؐ کی۔ یہ ان دنوں کے واقعات ہیں جو برصغیر پاک و ہند میں برطانیہ کے استعماری دور استبداد میں رونما ہوتے رہے ہیں۔

آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد

آج سے ۴۷ سال قبل اسلام کے نام پر ایک مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشے پر ابھری۔ اور اس کے حصول کا مقصد یہ تھا کہ وہاں پر مسلمان ہر طرح سے اپنے مذہبی معاملات کو آزادی کے ساتھ ادا کرتے رہیں گے اور کسی شاتم رسول کو یہ جرات نہ ہوگی کہ وہ حکومت کی پشت پناہی کے ساتھ رسول عربیؐ کی شان میں گستاخی کرسکے اور ایسا ضابطہ قانون بنایا جائے گا کہ جس کے ذریعے ایسے شاتم رسولؐ کی قانونی گرفت کی جاسکے۔ الحمدللہ ایسا قانون بن گیا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

مذہب کے متعلق جرائم اور پاکستان کی تعزیرات فوجداری

آیئے ذرا اب ہم مذہب کے متعلق جرائم کے سلسلے میں پاکستان کی تعزیرات فوجداری کا جائزہ لیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تعزیرات ضابطہ فوجداری کی دفعات ۲۹۵ تا ۲۹۸ (الف) کا تعلق مذہب کے متعلق جرائم سے ہے۔ جبکہ آئین پاکستان کی دفعہ ۲۶۰ کی ذیلی دفعہ ۳ مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کی وضاحت کرتی ہے۔

پاکستان کے آئین کے مطابق مسلمان سے مراد وہ شخص (یا فرد) ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک تسلیم کرتا ہے اور حضورؐ کو خدا کا آخری نبی مانتا ہے اور کسی ایسے شخص کو جو حضور اکرمؐ کے بعد نبی' رسول ہونے' یا مصلح ہونے کا کسی بھی نوع کا دعویٰ کرے اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا۔

غیر مسلم سے مراد وہ شخص (یا فرد) ہے جو مسلمان نہ ہو۔

ان میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ' پارسی' قادیانی یا لاہوری گروپ کے افراد جو خود کو احمدی کہتے ہیں۔ بہائی یا کوئی بھی فرد جو شیڈول کلسٹ سے تعلق رکھتا ہو شامل ہیں۔

یہ تو تھا آئین پاکستان میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق۔

آئیے اب ذرا توہین رسالتؐ کے قانون پر اک نظر ڈالتے ہیں۔

آئین پاکستان میں توہین رسالت کا مجوزہ قانون اور اس کا طریق نفاذ

۱۹۸۰ء سے قبل پاکستان میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵(الف) نافذ تھی جو انگریزی دور کے ایک قانون سے ہی اخذ کی گئی تھی۔ یہ قانون اول ۱۸۶۰ء میں نافذ کیا گیا تھا اور بعد ازاں اسے ۱۹۲۷ء میں بہتر بنایا گیا۔ اس قانون کے تحت۔

○ ... مذہبی مقامات یا مذہب سے تعلق رکھنے والی کسی بھی (مادی) چیز کو مسخ کرنا یا بگاڑنا۔

○ ... جان بوجھ کر کسی کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانا۔ جس کا مقصد کسی طبقہ کے مذہب کی توہین کرنا ہو۔

○ ... ان جرائم کی سزا زیادہ سے زیادہ دس سال قید باشقت اور جرمانہ مقرر تھی (جرمانہ عدالت کی صوابدید کے مطابق ہو سکتا تھا)۔

۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۶ء کے دوران توہین کا قانون نافذ کیا گیا۔ جس کا مقصد کسی مسلمان کے مذہبی جذبات کی توہین کرنے پر سزا دینا تھا۔ اس دوران متعلقہ قانون میں ایک اور دفعہ کا اضافہ کیا گیا جو اب ۲۹۵۔سی کے نام سے مشہور ہے۔

دفعہ ۲۹۵۔سی کا تعلق پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کی شان میں گستاخی اور ان کی توہین سے ہے۔ جسے ہم مختصر الفاظ میں "توہین رسالت" کہتے ہیں۔

اس دفعہ کے تحت۔

"کوئی بھی شخص منہ سے الفاظ بول کر یا لکھ کر' یا واضح طور پر یا دوسرے طریقہ سے اشارتاً" یا کنایتاً" پاک پیغمبرؐ کے نام و ناموس کی بے حرمتی کرتا ہے' اس کی سزا موت ہو گی یا اسے سزائے عمر قید دی جائے گی۔ اسے سزائے جرمانہ ان سزاؤں کے علاوہ بھی دی جاسکے گی۔"

اکتوبر ۱۹۸۰ء میں وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا کہ اس دفعہ کے تحت جرائم کی سزا اسلام کی رو سے تو صرف اور صرف موت ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ۲۹۵۔سی سے "یا سزائے عمر قید دی جائے گی" کے الفاظ حذف کر دیے گئے۔

اور یوں صرف سزائے موت کا قانون یکم مئی ۱۹۹۱ء سے نافذ العمل ہو گیا۔ اس کے بعد دفعہ ۲۹۵۔سی تعزیرات پاکستان کے تحت موت کی سزا لازمی قرار پائی۔

اس دفعہ کے تحت الزام علیہ (ملزم) کو وارنٹ کے بغیر گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ یہ جرم ناقابل ضمانت ہے اور نہ ہی اس کے تحت میں مصلحت (یا صلح) ہو سکتی ہے۔ اس دفعہ کے تحت مقدمہ کی سماعت کوئی مسلمان سیشن جج ہی کر سکتا ہے۔

توہین رسالت کا قانون اور اس کے خاتمے کے لئے اسلام دشمن عناصر (صیہونیت' عیسائیت' قادیانیت) کی سازشیں

یہ تھا توہین رسالت کا مجوزہ قانون اور طریق نفاذ۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی شاتم رسولؐ کو نبی کی شان میں گستاخی کرنا نہایت دشوار ہے اور ایسا کرنے کی صورت میں اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ سرکار دو عالمؐ کی ختم نبوتؐ کے صدقے میں جانوں کو قربان کر کے' مجاہدان اسلام نے جس مملکت کو حاصل کیا۔ اس ملک میں آج نبی کے ناموس کو غیر محفوظ کرنے کی سازشیں جاری ہیں۔ اور توہین رسالت کے مجوزہ قانون اور طریق نفاذ میں ترمیم کرنے کے لئے صیہونی اور خصوصاً" قادیانی لابی سازشیں کرنے میں مصروف ہیں۔

جس کی واضح مثال ۳ جولائی ۱۹۹۴ء کو وفاقی وزیر قانون اقبال حیدر کا یہ بیان ہے کہ "حکومت توہین رسالت میں ترمیم کا مسودہ منظور کر چکی ہے۔" اس اعلان پر امت مسلمہ کا غیرت ایمانی کے ساتھ رد عمل سامنے آچکا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

بخدمت عالیجناب مکرم......................................زید مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ — مزاج گرامی

○ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس عمومی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۴ء بروز جمعہ مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ) میں فیصلہ کیا کہ آئندہ ۱۵ روزہ سالانہ "رد قادیانیت کورس" مدرسہ و دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ) ضلع جھنگ میں رکھا جائے گا۔

○ سالانہ "رد قادیانیت کورس" ہر سال ۱۵ شعبان سے ۳۰ شعبان تک منعقد ہوتا ہے۔ آج تک ہزارہا علماء' طلباء' جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے رفقاء نے اس سے اکتساب فیض کیا ہے۔

○ اس سال انہی تاریخوں میں یہ کورس صدیق آباد (ربوہ) میں ہو گا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں پہلی بار یہ کورس صدیق آباد میں ہو گا۔ اس کورس میں ملک عزیز کے نامور علماء' مناظرین اور اسکالر حضرات لیکچر دیں گے۔ کورس میں شریک ہونے والے حضرات کے لئے ضروری ہے کہ وہ فارغ التحصیل عالم دین' دینی مدارس کے منتہی طلباء' اسکولوں و کالجوں کے اسٹوڈنٹس یا کسی بھی محکمہ کے ملازم یا جدید تعلیم یافتہ ہوں۔

○ کورس میں شریک ہونے والوں کو رہائش و خوراک کے علاوہ عالمی مجلس کی منتخب کتب کا سیٹ اور ڈیڑھ صد روپیہ وظیفہ دیا جائے گا۔

○ آنجناب سے درخواست ہے کہ اس امر کے لئے خصوصیت سے اپنے حلقہ اثر میں تحریک کریں' رفقاء کو تیار کریں اور ان کی سادہ کاغذ پر درخواستیں (جس میں جملہ کوائف درج ہوں) ملتان دفتر مرکزیہ کے ذیل کے پتہ پر ارسال کریں۔

○ اس کام کے لئے خصوصی محنت اور بھرپور تحریکی انداز میں کاوش کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے آپ تمام کاموں پر ترجیح دیں۔ انشاء اللہ العزیز اس میں شریک ہونے والے رفقاء جہاں خود کو دلائل و براہین سے مسلح کریں گے' وہاں وہ اپنے اپنے حلقہ میں ختم نبوت کے بہترین ورکر و مجاہد بھی ثابت ہوں گے۔

○ اس لئے آنجناب سے مکرر درخواست ہے کہ بھرپور محنت کر کے درخواستیں بھجوائیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو اپنی مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمائیں (آمین)۔

والسلام — آپ کا مخلص

عزیز الرحمٰن جالندھری' مرکزی ناظم اعلیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (ملتان' پاکستان)

درخواستیں بھجوانے کا پتہ

مرکزی ناظم اعلیٰ' دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ' ملتان۔ فون نمبر ۷۸۰۹۳۔

صدیق آباد فون نمبر ۹۲۶۔

مولانا سمیع الحق' اکوڑہ خٹک

قادیانیت: سیاسی تحریک کا مذہبی بہروپ

انیسویں صدی کے آخری سالوں میں برطانوی سامراج کے زیر تسلط ہندوستان کے علاقے مشرقی پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں قادیان سے مرزا غلام احمد نامی ایک شخص نے مذہبی اصلاح کے نام پر ایک تحریک کی بنیاد ڈالی' جسے انہوں نے بعد میں احمدیت کا نام دیا۔ آپ مغل برلاس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ایک جاگیردار مرزا غلام مرتضیٰ کے بیٹے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاندان نے برطانوی سامراج کو ہر طرح سے امداد پہنچائی۔ غلام مرتضیٰ اور ان کے بڑے بیٹے غلام قادر نے انگریزی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ تریموں (گورداسپور) کے گھاٹ پر مجاہدین آزادی کو تہ تیغ کرنے میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' اس ملت کشی کے صلے میں برطانوی سامراج نے اس خاندان کو انعام و اکرام سے نوازا اور ان کے ملت فروشانہ کردار کی تعریف کی۔

سر لیپیل گرفن کی تالیف "پنجاب چیفس" میں اس خاندان کی برطانوی راج کے قیام کے لئے خدمات کا اعتراف موجود ہے۔ یہ دستاویز اسی لئے مرتب کی گئی تھی کہ ان خاندانوں کو مستقبل میں نوازا جائے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جسے انگریز غدر قرار دیتا تھا' اس کا ساتھ دیا۔ مرزا غلام احمد نے اپنی متعدد تالیفات میں اپنے خاندان کی سامراج کے لئے خدمات اور وفاداریاں گنوائی ہیں۔

یہودی سامراجی گٹھ جوڑ

مرزا غلام احمد کی تحریک کی ابتداء اس کے مزاج اور اس کی حقیقی غرض و غایت سے شناسائی حاصل کرنے کے لئے ہمیں ایک تو برطانوی سامراج کی سیاسی پالیسی پر نظر رکھنی ہوگی' دوسرے یہودی تحریک قومیت۔ صیہونیت ۱۸۹۷ء کے رہنماؤں اور انگریز کے بڑھتے ہوئے روابط کا جائزہ لینا ہوگا۔ اس پس منظر میں قادیانی تحریک کے کردار کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی سول سروس کے یہودی افسر اس تحریک کی کامیابی کے لئے ہر سطح پر کوشاں تھے' دراصل وہ ہر ایسی تحریک کے قیام اور اس کی سرپرستی کے لئے بیتاب تھے' جو برطانوی سامراج کے توسیع پسندانہ اغراض اور صیہونیت کے سیاسی عزائم کے دو بڑے مقصد کو پورا کرنے کی اہل ہو۔ ان دونوں طاقتوں کا بڑا نشانہ ترکی کی عظیم سلطنت تھی' جس کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہی علاقائی توسیع پسندی اور فلسطین میں یہودی ریاست کے خواب کو پورا کیا جاسکتا تھا۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں رسل او تھ بل پاس ہونے کے بعد یہودی برطانیہ کی سیاست پر چھائے جارہے تھے اور سول سروس میں اعلیٰ عہدے حاصل کرکے برطانوی نو آبادیات میں قدم جما رہے تھے۔ جدید سیاسی افکار نے یہودی اور عیسائی کے مذہبی امتیازات کو ختم کردیا تھا۔ ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۲ء تک برطانیہ کے تین وزراء اعظم' سالسبری' گلیڈ سٹون اور روزبری میں سے اول الذکر کٹر یہودی تھا اور دوسرے دو یہود نوازی اور ترک دشمنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ تحریک صیہونیت (۱۸۹۷ء) کی بنیاد رکھ کر تھیوڈر ہرزل نے جب عثمانی حکومت کے قبضے سے فلسطین کو "آزاد" کرانے کا اعلان کیا تو برطانیہ نے صیہونی لیڈروں سے مضبوط روابط قائم کرلئے اور ایک مشترکہ سیاسی لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے مذاکرات کا آغاز کیا۔ یہودی ریاست کے سوال پر برطانوی سیکریٹری نو آبادیات جوزف چیمبرلین اور ہرزل کی طویل ملاقاتیں ہوئیں' جن کے نتیجے میں برطانیہ نے یوگنڈا میں یہودی ریاست کے قیام کی تجویز پیش کی لیکن یہود برادری نے اسے مسترد کردیا۔ ۱۹۰۲ء میں دنیا کے تمام ممالک میں یہودیوں نے صیہونیت کے پروگرام کے مطابق یہودی ریاست کے قیام کے لئے وسائل کو بروئے کار لانے کی جدوجہد کو تیز کردیا۔ اس کی بڑی وجہ برطانیہ میں آرتھر جے بالفور کا وزیراعظم کے عہدے پر فائز ہونا تھا۔ بالفور سابق وزیراعظم برطانیہ سالسبری کا بھتیجا تھا' اور اس کی لبرل یونینسٹ وزارت (۱۸۸۶ء تا ۱۸۹۲ء) میں چیف سیکریٹری کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا۔ یہ وہی بدنام زمانہ یہودی ہے جو اعلان بالفور (۱۹۱۷ء) کا مجوز تھا۔ اپنے دور وزارت (۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۵ء) میں اس نے صیہونیت کے فروغ کے لئے زبردست تحریک چلائی اور دنیا کی تمام صیونیت نواز تحریکوں کی بھرپور مدد کی۔ ۱۹۰۵ء میں سر ہنری کیمبل بینرمان وزیراعظم برطانیہ بنا' فارن سیکریٹری سر ایڈورڈ گرے اس کا معتمد تھا۔ انہوں نے اپنے پیشروؤں کی ترک دشمن پالیسی پر پورا پورا عمل کیا' اس عہد میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کرزن (۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۴ء) ہندوستان کو بیس بنا کر مشرق وسطیٰ میں سامراجی سازشوں کی تکمیل میں سرگرم رہے۔ یہ تاریخی حقیقت بھی منظر عام پر آچکی ہے کہ یہود کے سیاسی مفادات کے تحفظ کے لئے ہندوستان کی سول سروس کے بعض غیر یہود افسر بھی سرگرم عمل تھے جو اینگلو اسرائیلی ایسوسی ایشن لندن کے اراکین تھے اور مختلف فوجی اور انتظامی عہدوں پر فائز تھے' جن میں فوج کے جنرل اور گورنر تک کے عہدے شامل تھے۔ یہ لوگ صیہونیت کے عمومی مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔

اسلامی تحریکیں

بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کے خلاف سامراجی صیہونی سازش کی جاری تھی' لیکن اسلامیان عالم خصوصاً ہندوستان کے مجاہدین آزادی اپنی تمام تر مجبوریوں کے باوصف انگریز کے جابرانہ تسلط کے خلاف نبرد آزما تھے۔ ۱۸۶۳ء میں امبیلا (شمال مغربی سرحد) کے مقام پر سید احمد شہیدؒ کے پیروکاروں نے برطانوی افواج سے اس جرات و پامردی سے مقابلہ کیا کہ خود برطانوی جرنیل براؤن لو' کینیز وغیرہ ان کی شجاعت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ۱۸۶۳ء سے ۱۸۷۱ء تک سرحد کے غیور مجاہدوں نے اپنے خون سے آزادی کے چمن کی آبیاری کی۔ یہ سلسلہ برصغیر کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا اور جہاد کا اعلان کرکے مسلمان جو سرفروشانہ کارنامے سرانجام دے رہے تھے' ان سے انگریز خوفزدہ تھا' ان تحریکوں کی روک تھام کے لئے اس نے پورے ہندوستان سے گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کیا۔ انبالہ' پٹنہ' مالدہ اور راج محل میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے گرفتار کئے جانے والے مجاہدوں پر مقدمات چلائے گئے' کئی مجاہدوں کو حبس دوام' عبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں لیکن انگریز کا جبر و تشدد ان لوگوں کے جذبات آزادی کو دبانے میں انیسویں صدی میں سامراجی طاقتوں کے نو آبادیاتی عزائم اور استعماری سازشوں کی خونچکاں داستان کئی ابواب پر مشتمل ہے' اس کے ڈانڈے ۱۸ویں صدی کے مشتعل انقلاب امریکہ کی جنگ آزادی' انقلاب فرانس اور پرتگالی' فرانسیسی' ہسپانوی اور اطالوی سامراج کے معاشی اور سیاسی استحصال میں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ ۱۸۶۹ء میں نہر سویز کھلنے سے عالمی سیاست میں انقلاب آگیا۔ سامراجی طاقتوں نے اپنی نگاہیں مشرق وسطیٰ خصوصاً مصر پر مرکوز کردیں۔ مصر ۱۸۴۱ء تک عثمانی حکومت کا حصہ تھا' لیکن محمد علی کے پاشا بننے پر یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ برطانیہ اور فرانس دو بڑی طاقتیں تھیں جو مشرق وسطیٰ میں قدم جمانے اور بحیرۂ احمر پر متصرف ہونے کے لئے بے تاب تھیں۔

استعماری طاقتوں کے درمیان مقابلہ آرائی سے یہودی پوری طرح سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ فرانس وہ پہلا ملک تھا جس نے ۱۷۸۸ء میں انہیں شہریت کے حقوق دے ڈالے۔ نپولین نے مشرق وسطیٰ کی مہمات میں ایشیائی اور افریقی

یہودیوں کو فوج میں شامل کیا اور فرانس کے زیر اثر یروشلم میں ان کی مجوزہ ریاست کے قیام کا اعلان کیا اور ترکوں کا مقابلہ کر کے اس علاقے کو حاصل کرنے کا نعرہ لگایا۔ اگرچہ ۱۸۴۰ء کی لندن کانفرنس میں بھی یہودی مسئلہ اٹھایا گیا۔ لیکن نہر سویز کے کھلنے کے بعد یہود کے سوال کو زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی۔ سامراجی طاقتیں اپنے سیاسی اور معاشی مقاصد کے لئے اس مسئلہ کو استعمال کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوششیں کرنے لگیں۔

یورپی سامراج کے جارحانہ اقدامات اور ان کی سیاسی چیرہ دستیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جو اسلامی تحریکیں اٹھیں' ان کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ حجاز میں محمد بن عبدالوہابؒ (۱۷۰۳ء تا ۱۷۸۷ء) نے تجدید و اصلاح کا جو بیڑا اٹھایا تھا' اس کا ثمر انڈونیشیا میں ڈچ سامراج کے خلاف امام بونجولؒ کی تحریک (۱۸۳۷ء) اور ہندوستان میں سید احمد شہیدؒ کی تحریکات تھیں۔ سید احمدؒ کے مشن کی تکمیل میں صادق پور (پٹنہ) کے مولانا ولایت علیؒ (ف ۱۸۵۲ء) اور عنایت علیؒ (ف ۱۸۵۷ء) کی خدمت ناقابل فراموش ہیں روس میں داغستان کے علاقہ سے شیخ محمد شاملؒ (۱۸۷۰ء) نے زار شاہی کو للکارا اور الجزائر میں فرانسیسی سامراج کے خلاف امیر عبدالقادرؒ (۱۸۸۳ء) صف آراء ہوئے۔ جمال الدین افغانیؒ اسلامی اخوت کے داعی تھے' ان کے افکار سے متاثر ہو کر مصر کے اعرابی پاشا نے ۱۸۸۱ء میں اس علاقے میں برطانوی تسلط کے خلاف تحریک چلائی اور سوڈان سے مہدی سوڈانیؒ نے علم جہاد بلند کیا۔

عالمی استعمار کے غلبہ کے خلاف اسلامیان عالم کی تحریکوں کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد ہم واپس ہندوستان کی طرف لوٹتے ہیں۔ جہاں خفیہ طور پر علمائے حق جہاد کا درس دے رہے تھے اور آزادی کے لئے لائحہ عمل تیار کر رہے تھے' اگرچہ ان کی کوئی مرکزی قیادت نہ تھی اور نہ ہی ان کے پاس قابل ذکر مادی وسائل تھے' لیکن اسلام کے شیدائی عشق رسول ﷺ میں سرشار آزادی کی منزل کی جانب رواں دواں تھے۔

ہنٹر رپورٹ

۱۸۶۹ء میں وائسرائے ہند لارڈ میو نے بنگال سول سروس کے ایک افسر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کو اس اہم سوال کا جائزہ لے کر رپورٹ پیش کرنے کو کہا جس کا مفہوم یہ تھا کہ "کیا ہندوستانی مسلمان اپنے مذہب کی رو سے ہر میجسٹی ملکہ برطانیہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے پابند ہیں؟" ہنٹر نے بڑی محنت سے ایک رپورٹ تیار کی۔ اس نے اسلام کے عقائد خصوصاً" جہاد کے تصور' مہدی اور مسیح کی آمد کے بارے میں مختلف فرقوں کے معتقدات ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے مسائل اور اس سلسلے میں علماء کے فتاویٰ' وہابی تحریک' اسلامی فرقوں کے عقائد و نظریات اور ان کے برطانوی راج کے قیام کے لئے خطرات و مضمرات جیسے بہت سے مسئلوں کا جائزہ لیا۔ ۱۸۷۱ء میں ہنٹر رپورٹ منظر عام پر آگئی اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ "مسلمان اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں کہ کافر حکومت کے خلاف جہاد کریں اور ملک کو ان سے نجات دلائیں۔"

ہنٹر لکھتا ہے۔

"جہاد ہی کا وہ نظریہ ہے جو ان کے شدید جوش' تعصب' تشدد اور قربانی کی خواہش کی بنیاد ہے۔ اس قسم کا عقیدہ انہیں ہمیشہ حکومت کے خلاف متحد کر سکتا ہے۔"

اس رپورٹ نے انگریز کی نظر میں مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن کو مزید مشتبہ بنا دیا۔ انہیں ایسے باغی سمجھا جانے لگا جو ۱۸۵۷ء کی جنگ کی طرح کسی بھی وقت جہاد کا نعرہ بلند کر کے میدان میں آنکلیں گے۔ اس لئے جس قدر ممکن ہو سکے انہیں سیاسی اور معاشی طور پر مفلوج کیا جائے اور دینی لحاظ سے ان معتقدات کے خلاف جو اقتدار کے لئے خطرے کا باعث ہوں ایک ایسا محاذ قائم کیا جائے جو ان کی ضرر رسانی کو ختم کر دے۔ برطانوی راج کے لئے سازگار فضا قائم کر سکے یا کم از کم ان عقائد کے پس پردہ پائی جانے والی جذباتی اپیل کو سرد کر دے۔

برطانوی وفد کی رپورٹ

انگریز نے مذہبی سطح پر ایک ایسی تحریک منظم کرنے کے متعلق جو ان کے سیاسی عزائم کی تکمیل میں مدد دے پورا پورا غور کیا۔ ۱۸۶۹ء میں انگلستان سے برطانوی مدبروں' اعلیٰ سیاست دانوں' ممبران پارلیمنٹ اور مسیحی رہنماؤں پر مشتمل ایک وفد ان امور کا جائزہ لینے کے لئے ہندوستان وارد ہوا کہ ۱۸۵۷ء کے "غدر" کے حقیقی محرکات کیا تھے؟ اس میں مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا؟ ہندوستان کے مذاہب خصوصاً" اسلام کے اندر سے ایسی کون سی تحریک اٹھائی جائے جو ان کی وحدت کو توڑ کر ان کو اتنا کمزور کر دے کہ وہ کسی اجتماعی تحریک میں حصہ نہ لے سکیں' اور اس طرح برطانوی حاکمیت کے لئے پیدا شدہ خطرات کا سدباب ہو سکے۔ وفد نے سول سروس کے افسروں خصوصاً" یہودیوں سے ملاقاتیں کیں۔ انٹیلی جنس کی رپورٹیں ملاحظہ کیں اور سیاسی حالات کا تقابلی مطالعہ کیا۔ ایک سال بعد ۱۸۷۰ء میں لندن میں وفد کے اراکین نے ایک کانفرنس بلائی جس میں ہندوستان کے نمائندہ مشنریوں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ برطانوی کیبنٹ اور مشنریوں کی طرف سے ہندوستان میں مذہبی تخریب کاری کے پروگرام کی دو الگ رپورٹیں پیش ہوئیں جن کو یکجا کر کے "ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا ورود" کے نام سے شائع کر دیا گیا۔ اس کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے' جس میں انگریز نے اپنی سامراجی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک ایسی مذہبی نبوت کی ضرورت بیان کی ہے' جو مسلمانوں میں سے اٹھ کر انبیاء دعویٰ کرے اور ان کی ہدایات پر کام کرے۔ مشنری فادرز رپورٹ کے متعلقہ اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

ترجمہ۔ "ملک (ہندوستان) کی آبادی کی اکثریت اندھا دھند اپنے پیروں یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے۔ اگر اس مرحلہ پر ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کے لئے تیار ہو کہ اپنے لئے ظلی نبی (نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کر دے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہو جائے گی' لیکن اس مقصد کے لئے مسلمان عوام سے کسی شخص کو ترغیب دینا بہت مشکل ہے۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم نے پہلے بھی غداروں کی مدد حاصل کر کے ہندوستانی حکومتوں کو محکوم بنایا لیکن وہ مختلف مرحلہ تھا' اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی ضرورت تھی لیکن اب جبکہ ہم نے ملک کے کونے کونے پر اقتدار جما لیا ہے اور ہر طرف امن اور آرڈر ہے ہمیں ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے ملک میں داخلی بے چینی پیدا ہو سکے۔"

(مطبوعہ رپورٹ سے اقتباس' انڈیا آفس لائبریری لندن)

مرزا صاحب کا انتخاب

مرزا غلام احمد کی ابتدائی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے معمولی سی دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد نے سکھوں کے عہد میں چھن جانے والی جاگیروں کی بازیابی کے لئے مقدمات قائم کر رکھے تھے اور انگریز کے تعاون سے ان پر دوبارہ قابض ہونے کی فکر میں ۱۸۶۴ء میں آپ نے انگریز سے مل ملا کر آپ کو سیالکوٹ کی کچہری میں اہل مد کی ملازمت دلوا دی۔ اس دوران آپ نے یورپی مشنریوں اور بعض انگریز افسران سے تعلقات پیدا کئے اور مذہبی مباحث کی آڑ میں باہمی میل جول کو بڑھایا۔

۱۸۶۸ء کے لگ بھگ سیالکوٹ میں ایک عرب محمد صالح وارد ہوئے' کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس حرمین شریفین کے بعض مفتیان کرام کا ایک فتویٰ تھا' جس میں ہندوستان کو دارالحرب ثابت کیا گیا تھا۔ انگریز کے مخبروں نے آپ کو اختلاط میں لے کر گرفتار کرا دیا۔ آپ پر دو الزامات عائد کئے گئے ایک ایمی گریشن ایکٹ کی خلاف ورزی اور دوسرے برطانوی حکومت کے خلاف جاسوسی کرنا تھا۔ سیالکوٹ کچہری کے یہودی ڈپٹی کمشنر پارکنسن نے تفتیش کا آغاز کیا۔ وہ ان تمام لوگوں کو گرفتار کرنا چاہتا تھا' جن سے اس نووارد عرب کا رابطہ تھا۔ دوران تفتیش ایک ایسے آدمی کی ضرورت پڑی جو عربی کے مترجم کے طور پر کام کر سکے۔ یہ خدمت مرزا صاحب نے ادا کی اور عرب دشمن اور برطانیہ نوازی کی وہ مثال پیش کی کہ پارکنسن آپ کا گرویدہ ہو گیا۔

ایک اور واقعہ جسے مرزا صاحب کی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے' وہ پادری بٹلر ایم اے کی لندن واپسی ہے۔ یہ پادری برطانوی انٹیلی جنس کا ایک رکن تھا اور مبلغ کے روپ میں کام کر رہا تھا۔ مرزا صاحب نے مذہبی بحث کی آڑ میں ان سے طویل ملاقاتیں کیں اور برطانوی راج کے قیام کے لئے اپنی ہر قسم کی خدمات پیش کیں۔ ۱۸۶۸ء میں بٹلر ولایت جانے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' خفیہ

بات چیت ہوئی اور معاملات کو حتمی صورت دی گئی۔ مرزا غلام احمد کے صاحبزادے مرزا محمود اپنی تصنیف سیرت مسیح موعود میں لکھتے ہیں۔

"ریورنڈ بٹلر ایم اے جو سیالکوٹ مشن میں کام کرتے تھے اور جن سے حضرت صاحب کے بہت سے مباحثات ہوتے رہتے تھے' جب ولایت واپس جانے لگے تو خود کچہری میں آپ سے ملنے کے لئے چلے آئے اور جب ڈپٹی کمشنر صاحب نے پوچھا کس طرح تشریف لائے تو ریورنڈ مذکور نے کہا کہ صرف مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے! اور جہاں آپ بیٹھے تھے' وہیں سیدھے چلے گئے اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس چلے گئے۔"

ایک خطبے میں مرزا محمود نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"اس وقت پادریوں کا بہت رعب تھا لیکن جب سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو حضرت صاحب کے ملنے کے لئے خود کچہری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اسے دیکھ کر اس کے استقبال کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں مگر اس نے کہا میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں۔ یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایک ایسا جوہر ہے جو قابل قدر ہے۔"

اسی سال ۱۸۶۸ء میں مرزا صاحب بغیر کسی معقول ظاہری وجہ کے اہل مدکی نوکری سے استعفیٰ دے کر قادیان چلے گئے اور تصنیف و تالیف کے کام میں لگ گئے۔

تحریک کا آغاز

عالمی تحریک صیہونیت' برطانوی سیاست میں یہودیوں کا دخل خصوصاً" ان کا وزرائے اعظم کے عہدے تک پہنچنا' اسلامیان عالم کی سیاسی و معاشی زبوں حالی' ہندوستانی مسلمانوں کی حصول آزادی کے لئے جدوجہد اور انگریز کے سیاسی اور مذہبی تخریب کاری کے لئے خطرناک عزائم جو علی الترتیب ہنٹر رپورٹ اور مشنری فادرز رپورٹ سے عیاں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک غدار خاندان کے فرد مرزا غلام احمد کا یہودی افسروں اور جاسوس مشنری اداروں کے سربراہوں سے ربط ضبط اور ان کا پارکنسن کی شہ اور بٹلر کی اشیرواد پر نوکری چھوڑ کر نام نہاد اصلاحی تحریک کا آغاز کرنا یہ سب واقعات اس عظیم سیاسی سازش کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مذہبی روپ دھار کر احمدیت کی صورت میں منظر عام پر آئی۔

مرزا غلام احمد نے قادیان پہنچ کر عیسائیوں اور ہندو آریوں سے مباحث کا آغاز کیا اور اخبارات میں مضامین لکھ کر اپنا تعارف کرانے لگے۔ ایک کتاب براہین احمدیہ کی تصنیف کا کام شروع کیا اور اس کے بارے میں بلند بانگ دعوے کئے لوگوں سے اسلام کی دیگر ادیان پر برتری ثابت کرنے کے لئے لٹریچر شائع کرنے کے نام پر چندے مانگے اور ان کی کثیر رقمیں ہضم کر گئے۔ کتاب براہین احمدیہ میں جہاں آپ نے مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیا کہ وہ ایسے دلائل پیش کریں گے کہ اسلام کی صداقت کو ماننے بغیر چارہ نہ ہو گا اور غیر مسلم اس کا جواب دینے میں ناکام ہو جائیں گے۔ وہاں آپ نے اس کتاب ہی میں اپنے بہت سے الہامات درج کر دیئے۔ مسلمانوں نے عموی رنگ میں کتاب کے ابتدائی حصوں کی تعریف کی' کئی لوگ جو مسلمانوں کی تصنیفی کاوشوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے عادی تھے' اس کی تعریف میں بعض خلاف واقعہ باتیں بھی لکھ بیٹھے اگرچہ محتاط لوگوں نے ایسی خیال آرائیوں سے احتراز کیا پھر بھی یہ بات کسی کے ذہن میں نہ تھی کہ اس کتاب کا مصنف' اپنے الہامات کو جنہیں وہ اس وقت خدا کی ہستی کے ثبوت میں پیش کر رہا ہے' آئندہ اپنے مجدد' مہدی' مسیح اور نبوت کے دعاوی کے لئے خام مواد کے طور پر استعمال کرے گا اور دین میں ایک مستقل فتنہ کی بنیاد رکھ دے گا۔

براہین احمدیہ میں آپ نے انگریز کی مکمل اطاعت اور ان سے وفاداری پر زور دیا اور وہ لوگ جو ان کے خلاف باغیانہ خیالات رکھتے تھے اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کی فرضیت کے قائل تھے۔ انہیں نہایت سخت الفاظ میں مخاطب کیا اور بڑھے گھٹیا لہجے میں ان کی مذمت کے ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ جہاد کرنے کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔

برطانوی سامراج کی مدح و ستائش اور ان کے ظلم و جبر کے علی الرغم ان کی حمایت نے قادیانی تحریک کے عزائم کو آشکار کر دیا۔ جہاد کی مخالفت اور سامراجی تسلط کے جواز میں تیار کئے جانے والے لٹریچر کی تقسیم کا سلسلہ ہندوستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے کئی ہزار روپیہ پلے سے صرف کر کے اس لٹریچر کے عربی اور فارسی تراجم دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں بھجوائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہندوستان میں جہاد حرام تھا تو ان تمام ممالک میں جو سامراجی طاقتوں کے خلاف صف آراء تھے' جہاد کیوں حرام ٹھہرا۔ دوسرے یہ ہزارہا روپیہ کن ذرائع سے مرزا صاحب کے پاس آیا۔ آپ کی مالی پوزیشن زیادہ اچھی نہ تھی اور تحریک کے آغاز سے پہلے آپ کے پاس کتاب چھپوانے کے لئے رقم نہ تھی اور آپ کو اللہ کے کافی ہونے کے الہامات ہو رہے تھے۔ اتنی کثیر رقم کو محض انگریزی حکومت کی برکات گنوانے کے لئے بے دردی سے صرف کرنا بھی بڑی ہمت کا کام ہے' اور پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس لٹریچر کی تقسیم کے کون لوگ ذمہ دار تھے اور وہ کس طریقے سے اسے بلاد اسلامیہ میں پہنچاتے تھے؟

ایسے کئی سوالات ہیں جو ایک شخص کے ذہن میں ابھرتے ہیں' ان سوالوں کے جوابات قادیانیت کے سیاسی مزاج کی روشنی میں معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ برطانوی صیہونی ذرائع اس مواد کی تشہیر و اشاعت کے ذمہ دار تھے اور انٹیلی جنس کے اراکین اسے عرب دنیا میں پھیلاتے۔ قادیان نے سامراج اور صیہونیت کے بین الاقوامی پروپیگنڈہ مرکز کی حیثیت حاصل کر لی تھی اور اس سازش کو ایک ننگ دین اور ننگ وطن طائفہ پروان چڑھا رہا تھا' جس کا سربراہ مرزا غلام احمد تھا' جو نئے نئے روپ دھار کر لوگوں کے سامنے آئے۔

مہدی کا دعویٰ

مذہبی مصلح اور مجدد کے دعووں کے بعد ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مہدی کے اسلامی عقیدہ کے برعکس خود کو ایک امن پسند اور صلح جو مہدی بتایا جو جنگ و خونریزی کو مٹانے آیا ہے۔ لیکن اس خونریزی' جنگ اور ظلم کو نہیں جو انگریز اور دیگر سامراجی طاقتوں کی طرف سے ایشیاء' افریقہ اور مشرق وسطی میں جاری تھا اور جس کا بڑا نشانہ ترکی حکومت تھی بلکہ اس کا مقصد آزادی پسندوں کی مدافعانہ کوششوں کا خاتمہ کرنا اور مسلمانوں کی سامراجی طاقتوں کے خلاف جدوجہد کی روک تھام کرنا تھا تاکہ ان کی آزادی کے تحفظ کے لئے کوششیں سرد پڑ جائیں۔

مرزا صاحب کی متعدد تحریرات میں سے ایک سطر بھی آپ کو ایسی نہ ملے گی جس میں انگریز کی جارحیت اور آزاد ریاستوں کو محکوم بنانے کی مذموم پالیسی کی مذمت ہو بلکہ ہر جگہ انہوں نے خدا کی وحی کی رو سے آزادی پسند مسلمانوں کو لعن طعن کی ہے کہ وہ انگریز کی حاکمیت کے خلاف ہیں اور جنگ و جدل اور جہاد کے "باطل نظریہ" پر عمل پیرا ہیں۔

مہدی کا دعویٰ کر کے مرزا صاحب نے ہندوستان کے علاوہ افریقہ میں برطانوی سامراج کی خدمت انجام دی۔ مشرق وسطی میں بالعموم اور مصر میں بالخصوص انگریز کے خلاف تحریک آزادی جاری تھی۔ انیسویں صدی کے وسط میں مصر میں اعرابی پاشا نے سامراجی مظالم کے خلاف جہاد کیا لیکن ان کی تحریک حریت کو برطانیہ کے سفاک جرنیل ہوکا مسپ سیمور نے کچل ڈالا۔ مصری افواج کو تل الکبیر کے مقام پر شکست ہوئی اور ۱۸۸۲ء میں سر گارنٹ وڑے نے قاہرہ پر قبضہ کر لیا۔ اعرابی پاشا گرفتار کر کے سیلون (سری لنکا) جلاوطن کر دیئے گئے اور مصر کے نظم و نسق کے حقیقی اختیارات برطانوی قونصل جنرل ایولن بارنگ کے پاس چلے گئے۔

مصر پر انگریز کا پوری طرح سے تسلط جمنے نہ پایا تھا کہ ۱۸۸۲ء میں سوڈان میں محمد احمدؒ نے تحریک جہاد کا اعلان کر دیا آپ ہی کو مہدی سوڈانی کہا جاتا ہے۔ ۱۸۸۳ء میں آپ کے درویشوں نے العبید کی لڑائی میں برطانوی افواج کو عبرت ناک شکست دی۔ ۱۸۸۵ء میں انہوں نے برطانیہ کے مایہ ناز جرنیل گورڈن کو قتل کر کے خرطوم پر قبضہ کر لیا۔ اس عظیم فتح کے ایک روز بعد ۲۱ جون ۱۸۸۵ء کو مہدی سوڈانی وفات پا گئے لیکن ان کے بیٹے عبداللہ نے خلافت کے قیام کا اعلان کر کے ایک ماہ کے اندر اندر پورے سوڈان پر حکومت قائم کر لی۔

تحریک مہدیت کے افریقہ اور مشرق وسطی کی سیاست پر

دور رس اثرات پڑے۔ سوڈان میں اسلامی حکومت کا قیام سامراج کے سیاسی مفادات کے لئے تباہ کن تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ خطرہ بڑھتا جارہا تھا انگریز نے اس حکومت کے خاتمہ کے لئے سیاسی حکمت عملی کے طور پر ہندوستان کے نئے مدعی مہدیت کو جو ان کا سیاسی پٹھو تھا۔ مہدی سوڈانی کی تحریک کے خلاف استعمال کرنے کی سازش کی۔ اس طرح ایک آزادی پسند مہدی اور ان کے خلیفہ کے خلاف قادیان کے سامراجی پٹھو نے مذہبی محاذ کھڑا کردیا تاکہ فکر و نظر کے انتشار کو ہوا دی جاسکے۔ ہم مہدی سوڈانی اور ان کے صاحبزادے عبداللہ کے سیاسی کردار کا مرزا قادیانی کے دعووں سے تقابل کریں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنی بے سروسامانی اور بے بضاعتی کے باوجود انگریز کو للکارا اور انہیں پے درپے شکستیں دیں۔ مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلائی اور انہیں ایک مرکز پر جمع کیا۔ اس کے برعکس مرزا صاحب نے اسلام دشمن طاقتوں کے جابرانہ تسلط کے لئے خدائی وحی کی تائید مہیا کی۔ جہاد کی مکمل تنسیخ کا راگ الاپا اغیار کی غلامی کو رحمت اور خدا کا عظیم فضل بتایا اور وحدت اسلامی کو پاش پاش کرنے کی سازش کی۔ انہوں نے سوڈان میں قائم ہونے والی حکومت کے مقابلے میں انگریزی حکومت کی بڑھ چڑھ کر تعریف کی اور غیر ملکی تسلط کے خلاف نبرد آزما ہونے والے مہدی کو خونی' قاتل اور ڈاکو قرار دیا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ سوڈان کے شیخ محمد احمدؒ نے خود کوئی دعویٰ نہ کیا۔ سید جمال الدین افغانیؒ کا اصرار تھا کہ آپ مہدی ہونے کے دعوے کی تردید نہ کریں کیونکہ اس طرح مسلمانوں کو ایک ولولہ تو عطا ہوگا اور جہاد کی تحریک کو تقویت ملے گی۔ شیخ موصوف سے ان کے ایک دوست نے ایک نجی محفل میں سوال کیا کہ کیا آپ واقعی مہدی معہود ہیں یا لوگوں میں اس نام سے مشہور ہوگئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ فرنگیوں کو سوڈان سے نکالنے کے لئے اگر مجھے شیطان بھی بننا پڑے تو میں تیار ہوں۔

مہدی کا دعویٰ کرکے مرزا صاحب نے مصر میں لٹریچر کی تقسیم میں اضافہ کردیا تاکہ سوڈان میں سامراجی مفادات کا تحفظ ہوسکے' ان کی کتاب حقیقت المہدی ان کے پست خیالات کی آئینہ دار ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی متعدد تحریرات میں ان ملت فروشانہ کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جو رسالہ اعجاز المسیح پیر مہر علی گولڑویؒ کے مقابلہ پر لکھا اسے مناسب سمجھا کہ

"بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیجوں کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے' اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں اس وجہ سے میری عربی کتابیں عرب کے ملک میں بھی بہت شہرت پاگئی ہیں' جو لوگ درندہ طبع ہیں اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں میری تحریریں پڑھتے ہیں وہ فی الفور چڑ جاتے ہیں اور میرے دشمن ہو جاتے ہیں------- یہ رسالہ کئی جگہ مصر میں بھیجا گیا چنانچہ منجملہ ان کے ایڈیٹر المنار (علامہ رشید رضا) کو بھی پہنچا دیا گیا تاکہ اس کے غلط خیالات کی بھی اصلاح ہو اور مجھے معلوم ہے کہ اس مسئلہ جہاد کی غلط فہمی میں ہر ایک ملک میں کسی قدر گروہ مسلمانوں کا ضرور مبتلا ہے جو شخص سچے دل سے جہاد کا مخالف ہو اس کو یہ علماء کافر سمجھتے ہیں بلکہ واجب القتل بھی! لیکن چونکہ اسلام کی تعلیم میں یہ بات داخل ہے کہ جو شخص انسان کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا۔ اس لئے ہم لوگ اگر ایمان اور تقویٰ کو نہ چھوڑیں تو ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنے قول اور فعل سے ہر طرح اس گورنمنٹ برطانیہ کی نصرت کریں۔"

مرزا صاحب نے پیر مہر علی گولڑویؒ کے خلاف جو طوفان بدتمیزی بپا کر رکھا تھا اس میں اور باتوں کے علاوہ اس امر کو بھی دخل تھا کہ پیر صاحب اور ان کے مرید اعلان کرتے رہتے تھے کہ مرزا مہدویت کے دعوے میں کذاب مطلق ہے ار مہدی سنوسی افریقہ والے قابل تعریف ہیں۔ وہ پورے پورے عالم اور عامل بالحدیث والقرآن ہیں اور ان میں تمام آثار مہدی موجود ہیں۔

بقیہ۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ

سے نہ لے لوں۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد ترک کردیتی ہے۔ اس پر اللہ ذلت اور خواری مسلط کردیتا ہے۔ اگر اس قوم میں بے حیائی پھیلتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بلائیں اور عذاب عام کردیتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں لیکن اگر مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔"

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا۔

آں عتیق اللہ امام المتقین
بود قلب خاشع سلطان دین

پروانے کو ہے چراغ بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

بیماری اور وفات

۷ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو حضرت صدیق اکبرؓ بخار میں مبتلا ہوئے۔ پندرہ دن تک مسلسل بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کی شام کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرۂ مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپؓ کی خلافت کی مدت دو سال تین مہینے دس دن ہوئی۔

●●

گیارہویں صدی کا ایک مسیح کاذب

سلطان محمد خان رابع کے عہد میں ایک یہودی نے بیت المقدس میں دعویٰ مسیحیت کیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ وہ بہت باتونی اور وجیہ اور شعبدہ باز تھا۔ یہودی تو گرویدہ ہونے ہی تھے' لاکھوں عیسائی بھی گمراہ ہوگئے۔ والئی بیت المقدس نے اس کی گرفتاری کا حکم صادر کیا تو بھاگ کر قسطنطنیہ آیا۔ یہاں صدر اعظم احمد پاشا نے قید کردیا۔ ہزارہا عیسائی اس کی زیارت کے لئے قید خانہ میں روپیہ دے کر آتے۔ اس کی اطلاع سلطان کو بھی ہوئی' اور بہ نفس نفیس ملاقات کے لئے آیا۔ مدعی مسیحیت نے تقریر شروع کی تھی کہ سلطان نے کہا کہ میں آیات و روایات نہیں جانتا سپاہی ہوں چند تیر اندازوں کو حکم دیتا ہوں کہ تجھ پر تیر برسائیں اگر تیرے بدن پر اثر نہ ہوا تو میں بھی ایمان لے آؤں گا۔ پھر یہ وسیع سلطنت تیری ہے۔

مسیح کذاب سلطان کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مجھ میں آپ کے امتحان کی طاقت نہیں اور ساتھ ہی کلمہ طیبہ پڑھا لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سلطان بھی ہکا بکا ہو کر رہ گیا لیکن اس کا اثر اتنا ضرور ہوا کہ یہود اور عیسائیوں نے اپنے پیرو مرشد کی تقلید کی اور بے شمار مسلمان ہوگئے۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ اس مسیح کذاب کو کامیابی اس لئے ہوئی تھی کہ سلطان کے عہد میں ۷۷ھ میں متواتر زلزلوں اور طاعون نے لوگوں کو خوفزدہ کر رکھا تھا۔ اور ہر ایک کو یقین تھا کہ قیامت نزدیک ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ سید محمد جونپوری کے دعویٰ مہدیت کے بعد بھی یہی واقعات زلزلہ و طاعون رونما ہوئے۔ فرشتہ سلطان سکندر لودھی کے حالات کے تحت لکھتا ہے کہ ۹۱۱ھ میں اس قیامت کا زلزلہ آیا کہ پہاڑ لرز گئے۔ زندوں نے قیامت اور مردوں نے حشر دیکھ لیا۔

ورنہ صدی واحدی عشر از زلزلہا
گر دید سوا واکثر ہو مرطاعاہ
باآں کہ نباباش بے عالی بود
از زلزلہ شد عالیہا سافلہا

طاعون تو سید محمد کی زندگی ہی میں پھوٹ چکا تھا' اور باوجود اس امر کے کہ رسل و رسائل کے ذرائع عام نہ تھے کوئی شہر اس موذی مرض کی تباہی سے نہ بچا۔ ۹۱۰ھ میں ہی سید محمد کا انتقال شہر فراہ واقع خراسان میں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا مقابلہ ہر میدان میں کیا جائے گا'

مولانا شجاع آبادی

لاہور(پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام نورانی مسجد قلعہ محمدی راوی روڈ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مولانا سید نفیس الحسینی نے کی۔ جبکہ کانفرنس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں صاحبزادہ طارق محمود' مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مفتی مبشر احمد' حامد بلوچ' اعجاز بلوچ' حاجی اللہ دتہ مجاہد نے خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مخالفین کا ہر میدان میں مقابلہ کیا جائے گا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا منزل نہیں بلکہ منزل کی پہلی سیڑھی ہے۔ آخری سیڑھی ارتداد کی شرعی سزا کا نفاذ ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیاں ناقابل برداشت حد تک بڑھ رہی ہیں۔ جبکہ حکومت پنجاب نے ایک قادیانی کو مشیر اعلیٰ مقرر کرکے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے مسلمانوں کے حقوق کا استحصال کیا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ تعزیرات پاکستان کے مطابق قادیانیوں پر عائد پابندیوں کو برقرار رکھا جائے اور ان کی اشتعال انگیز سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ ایک قرارداد کے ذریعہ مولانا سعید الرحمٰن علوی' ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے ایڈیٹر مولانا حافظ محمد حنیف ندیم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

ایک اور قرارداد میں کہا گیا کہ ڈش انٹینا کے ذریعہ جہاں قادیانیت کی تبلیغ کی جارہی ہے' وہاں غیر ملکی فحاشی و عریانی کو فروغ دیا جارہا ہے۔ مطالبہ کیا گیا کہ سعودی عرب کی طرح ڈش انٹینا پر پابندی عائد کی جائے۔ ربوہ میں قیام پاکستان سے پہلے کے مسلم مکینوں کے گھروں کو گرا کر ربوہ کی سابقہ حیثیت کو بحال کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ جو کسی صورت میں برداشت نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا ربوہ کے مسلم مکینوں کے نقصانات کی تلافی کی جائے اور انہیں متبادل جگہ فراہم کی جائے۔

آٹھویں ترمیم میں اسلامی دفعات ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو بھرپور مزاحمت کی جائے گی' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے راہنماؤں کا بیان

لاہور(پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں سید نفیس الحسینی' حاجی بلند اختر نظامی' مولانا ابن مسعود ہاشمی' مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' حافظ عبدالرشید ارشد' قاری محمد زبیر' حاجی طارق سعید خان نے ایک مشترکہ اخباری بیان میں کہا کہ قومی اسمبلی میں آٹھویں ترمیم کے بارے میں ایک تحریک پیش کی گئی ہے۔ اس ترمیم کو ختم کرنے کے لئے زور اس لئے دیا جارہا ہے کہ اس میں صدر مملکت کو قومی اسمبلی توڑنے کا غیر مشروط اختیار حاصل ہے۔ جس کا نشانہ گزشتہ تین اسمبلیاں بن چکی ہیں۔ اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن آٹھویں ترمیم کے حوالہ سے پارلیمنٹ کے ممبران کے پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ اس ترمیم میں مندرجہ ذیل اسلامی قوانین موجود ہیں۔

قرارداد مقاصد' حدود و تعزیرات اسلامی' اسلامی قانون شہادت' زکوٰۃ و عشر آرڈیننس' احترام رمضان آرڈیننس' وفاقی شرعی عدالت' جداگانہ طرز انتخاب' امتناع قادیانیت آرڈیننس' انہیں آٹھویں ترمیم میں دستوری تحفظ حاصل ہے۔ اس ترمیم کے مکمل خاتمہ سے یہ تمام دینی قوانین کالعدم ہوجائیں گے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں نے کہا کہ نفاذ اسلام کی سمت ہونے والی پیش رفت کو بچایا جائے اور آٹھویں ترمیم کے عنوان سے غیر محتاط قدم اٹھانے سے گریز کیا جائے۔ نیز انہوں نے کہا کہ اگر پارلیمنٹ نے ایسا کوئی غلط قدم اٹھایا تو اسے زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ماسٹر رانا ولی الدین کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر کے معاون ماسٹر رانا ولی الدین صاحب کی والدہ ۱۳/ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کرگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ماسٹر صاحب کی والدہ کی نماز جنازہ میں بھکر کی معروف دینی اور سیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ نماز جنازہ حافظ ممتاز صاحب نے پڑھائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر کے راہنما ڈاکٹر دین محمد فریدی بھی نماز جنازہ میں موجود تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے ماسٹر رانا ولی الدین سے ان کی والدہ کی وفات پر تعزیت کی اور بلندی درجات کی دعا کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور ادارہ ہفت روزہ ختم نبوت ماسٹر صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور ان کی والدہ مرحومہ کی بلندی درجات کے لئے دعا کرتا ہے۔

مولانا اللہ وسایا کی وضاحت

فیصل آباد۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما مولانا اللہ وسایا نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ۱۳۔۱۴ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو عالمی مجلس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس میں ربوہ کے ایک مولوی قاری اللہ یار ارشد کو کانفرنس میں شمولیت کی دعوت نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی انہوں نے کانفرنس کے دوران تقریر کی جبکہ لاہور کے دو اخبارات میں کانفرنس کی خبر میں ربوہ کے نامہ نگاروں سے ساز باز کرکے اپنی خبر لگوالی جو کہ صحافتی آداب کے منافی ہے۔ ربوہ کے متعلقہ نامہ نگار کو چاہئے تھا کہ وہ اس کی خبر الگ ارسال کرتے۔ مولانا اللہ وسایا نے دونوں اخبارات کے ایڈیٹروں سے استدعا کی ہے کہ اس امر کی تحقیقات کرائی جائے اور قصوروار نامہ نگاروں کو برطرف کیا جائے جبکہ قاری اللہ یار ارشد کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے چنیوٹ کے نامہ نگار حضرات سے بھی اپیل کی ہے کہ قاری اللہ یار ارشد کی خبر ختم نبوت کانفرنس کی خبر کے ساتھ ملا کر لاہور نہ بھجوائیں۔

حکومت سے مولوی فقیر محمد کا مطالبہ

فیصل آباد۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکریٹری اطلاعات مولوی فقیر محمد نے صدر پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے مطالبہ کیا ہے کہ صوبہ پنجاب میں تمام کلیدی اسامیوں سے قادیانیوں کو الگ کیا جائے اور قادیانیوں کی غیر قانونی تبلیغی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے موثر کارروائی کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ سابق نگران وزیر اعظم قادیانی نواز معین قریشی کے دور میں قادیانیوں کو کلیدی عہدوں پر تعینات کیا گیا تھا کیونکہ معین قریشی کو قادیانی مرتد غیر مسلم ایم ایم احمد برادر مرزا طاہر احمد قادیانی مرتد امام نمبر۴ کی سفارش پر امریکہ کے ذریعہ پاکستان میں نگران وزیر اعظم بنایا گیا تھا۔ مقام افسوس ہے کہ موجودہ وفاقی اور صوبائی حکومت نے ان اسلام اور ملک دشمن قادیانیوں کو اہم عہدوں سے نہیں ہٹایا ہے جس کی وجہ سے ان کی خلاف اسلام سرگرمیاں بہت بڑھ گئی ہیں اور محکمہ تعلیم پر خاص طور پر قادیانی اساتذہ مردوں و عورتوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ صوبائی وزیر تعلیم قادیانیوں کے آگے بے بس ہے اور ایم پی اے اسکول ماسٹروں کے تیرہ دفعہ تبادلے کرتے ہیں اور پھر منسوخ کراتے ہیں کیا پارلیمانی جمہوریت اسی کا نام ہے۔ اس جمہوریت سے مارشل لاء کئی درجے بہتر ہے۔

مولانا درخواستی کی وفات پر اظہار تعزیت

مانسہرہ(پ ر) شیخ الاسلام حضرت درخواستی کی وفات ایک عظیم حادثہ ہے۔ حضرت درخواستی کی ساری زندگی دین اسلام کی سربلندی کے لئے بسر ہوئی۔ حضرت درخواستی حق و صداقت کے لئے ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی خطیب جامع مسجد صدیق اکبرؓ مانسہرہ نے ایک تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت درخواستی حقیقت میں ایک وقت ہزاروں صفات کے مالک تھے۔ حضرت درخواستی کی وفات سے نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہوا ہے۔ ان کی وفات سے ہم سب لوگ برکات اور فیوضات سے محروم ہوگئے۔ انہوں نے حضرت کے صاحبزادوں سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

مزے کی بات

ابن قیمؒ نے بدائع الفوائد میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی چوہے نے ایک اونٹ دیکھا تو اس کی عجیب و غریب جسامت نے اسے بہت متاثر کیا۔ یہاں تک کہ اس چوہے نے اس کی لگام کو پکڑ لیا تو اونٹ نے اس کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ جب چوہا اسے لے کر اپنے بل کے پاس پہنچا تو کھڑا ہو گیا کیونکہ اونٹ اس کے گھر میں داخل ہونے سے عاجز تھا۔ اونٹ نے زبان حال سے کہا "یا تو ایسا گھر بنا جو تیرے محبوب کے مناسب ہو یا کوئی ایسا محبوب تلاش کر جو تیرے گھر کے لائق ہو۔" ابن قیمؒ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "اے مسلمان! اسی طرح تو بھی یا تو ایسی عمدہ نماز پڑھ جو تیرے معبود برحق کے شایان شان ہو یا کوئی ایسا معبود تلاش کر جو تیری نماز کے لائق ہو۔"

دعا۔ "اے اللہ ہم سب کو اپنی شایان شان عبادات کی توفیق عطا فرما۔" (آمین) قاضی محمد طیب 'ایبٹ آبادی

مجلس ختم نبوت تحصیل ڈسکہ کا انتخاب

گزشتہ روز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس جامع مسجد وہاب میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا فقیر اللہ مبلغ گوجرانوالہ ڈویژن نے تحصیل ڈسکہ کی تنظیم کے لئے عہدیداران کا چناؤ کیا۔ اور مرزائیت کے غلط پروپیگنڈہ سے عوام کو مطلع کیا۔ جن عہدیداران کا چناؤ کیا وہ حسب ذیل ہیں۔

سرپرست۔ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد فیروز خان

نائب سرپرست۔ جناب الحاج شیخ عبدالحق صاحب۔

صدر۔ مولانا عبداللطیف صاحب۔

جنرل سیکرٹری۔ مولانا غلام مرتضیٰ صاحب۔

ناظم تبلیغ۔ مولانا حافظ بشیر احمد صاحب۔

سیکرٹری نشرو اشاعت۔ حافظ محمد شجاع اللہ عثمانی۔

خزانچی۔ جناب آصف محمود صاحب۔

قانونی مشیر صاحبان۔ جناب محمد انور مغل صاحب ایڈووکیٹ۔ جناب نصیر احمد صاحب ایڈووکیٹ۔ جناب رانا محمد ارشد صاحب ایڈووکیٹ۔

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ہر مسلمان پر فرض ہے' مولانا محمد علی صدیقی

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ہر مسلمان کا فرض ہے اگر ختم نبوت کا تحفظ ہی نہ ہوا تو اسلام کی بنیاد ختم ہو جائے گی۔ یہ بات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے جامع مسجد توحید گلشن حدید میں ایک جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ مولانا نے کہا کہ ختم نبوت مسلمانوں کا متفقہ بنیادی عقیدہ ہے۔ اگر اسی کا انکار کر دیا جائے تو اسلام کی پوری عمارت منہدم ہو جائے گی۔ مولانا نے کہا کہ قادیانیوں سے ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہیں۔ ہماری ان سے لڑائی فقط نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا دامن چھوڑ کر مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا نبی مانا ہے۔ مولانا صدیقی نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے چند حوالہ جات پیش کئے جن میں مرزا قادیانی نے نبی کریم ﷺ' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حسنین کریمینؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کی ہے اور جو مسلمان مرزا قادیانی کو نہیں مانتے ان کو مغلظات سنا کر کافر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہاں کے مسلمانوں نے عہد کیا کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت کا بھرپور مقابلہ کریں گے۔

حکومت مرتد کی شرعی سزا فوری نافذ کرے' مولانا احسان اللہ ہزاروی

جامع مسجد توحید گلشن حدید کے خطیب مولانا احسان اللہ ہزاروی نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ حکومت مرتد کی شرعی سزا فوری طور پر نافذ کرے۔ یہ بات انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی کے خطاب کے بعد کہی۔ مولانا نے عوام الناس کو قادیانی سازشوں سے آگاہ رہنے کی تلقین فرمائی۔ مولانا نے مزید کہا کہ ہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے قادیانیت کے سدباب کے لئے مبلغین کی جماعت مخصوص کی جو ہر حال میں قادیانیت کے سدباب کے لئے پوری دنیا میں کوشاں ہے۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ حکومت قادیانیوں کو لگام دے کہ وہ مسلمانوں کو تبلیغ نہ کریں۔ ورنہ مسلمان راست اقدام کرنے پر مجبور ہوں گے اور اس کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی جو آئین پاکستان کے نفاذ کے بجائے اس کی دھجیاں بکھیر رہی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تیار رہنا ہم سب کی ذمہ داری ہے' مولانا مفتی نظام الدین شامزی

نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تیار رہنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ یہ بات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا مفتی نظام الدین شامزی نے دہلی کالونی میں کارکنوں کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ مولانا نے فرمایا کہ ختم نبوت ایک بنیادی اور مسلم عقیدہ ہے اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ قادیانیت ایک ایسا ناسور ہے جس کا علاج بہت ضروری ہے۔ اگر علاج نہ کیا گیا تو تمام اسلامی ڈھانچہ بے کار ہو جائے گا۔ مولانا نے کارکنوں پر زور دیتے ہوئے کہا کہ تمام کارکن ہمت سے ختم نبوت کے لئے کام کریں اور نوجوان نسل کو قادیانیوں کی سازشوں سے نجات دلائیں۔ اس اجتماع سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی اور مولانا محمد جمیل خان نے بھی خطاب کیا۔ اجلاس میں ختم نبوت کے کارکنوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز

گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز

شاپ نمبر این۔91۔صرافہ

میٹھادر کراچی فون۔ ۲۰۵۵۷۳۰

صرافہ بازار میں سونے کی قدیم دکان

صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس

اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں

کندن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی

فون نمبر ۲۴۳۵۸۰۳۰

میرے مخلص دوست حافظ محمد حنیف ندیم

ڈاکٹر دین محمد فریدی' بھکر

۶۳ء کی بات ہے' ایک واقف کار نے اطلاع دی کہ آپ کی جماعت کا ایک عالم جامع مسجد بازار والی ہرنولی ضلع میانوالی میں تقریر کر رہا ہے۔ میں ان دنوں ہرنولی ہوتا تھا اور جمعیت علماء اسلام کا ورکر تھا۔ مسجد میں پہنچا تو سیاہ ریش ایک نوجوان عالم جمعیت کی پالیسی اور اسلامی نظام کے قیام کے سلسلہ میں عوام کا تعاون بڑے اچھے انداز سے پیش کر رہا تھا۔ تقریر کے بعد تعارف ہوا تو یہ حافظ محمد حنیف صاحب تھے۔ نظریاتی ہم آہنگی دوستی میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ جمعیت کی پالیسی ساز اس وقت کی مرکزی قیادت مضبوط ہاتھوں میں تھی۔ حافظ صاحب اور بندہ دونوں اکٹھے تھے۔ جمعیت علماء اسلام میں رہتے ہوئے بھی ہم دونوں قادیانیت کے سدباب کو اولیت دیتے تھے۔ چک نمبر۱۵/DB نزد ہرنولی میں حافظ صاحب نے قادیانی محاذ پر ۶۷-۱۹۶۶ء میں بہت اچھے انداز میں کام کیا۔ ہفت روزہ ترجمان اسلام سے حکیم مختار الحسینی کے چلے جانے کے بعد حافظ صاحب کی اس وقت کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ راقم الحروف مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے کافی قریب تھا' میں نے حافظ صاحب کو مشورہ دیا کہ دفتر جمعیت چوک رنگ محل لاہور میں ہفت روزہ ترجمان اسلام میں چلے جائیں' حافظ صاحب نے میرا مشورہ مانا پھر تو ہم دیکھتے رہ گئے۔ حافظ صاحب کا قلم جولانیاں دکھانے لگا۔ ترجمان کے بعد الجمعیت راولپنڈی پھر لولاک فیصل آباد صداقت کراچی اور آخر میں ہفت روزہ ختم نبوت کراچی سے منسلک ہوئے۔ ایسے منسلک ہوئے کہ جنازہ ہی وہاں سے اٹھا۔ ۱۳/ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو ختم نبوت کانفرنس صدیق آباد (ربوہ) میں ملاقات ہوئی۔ ختم نبوت کی پالیسی اور قادیانیت کی شوریدہ سری پر کافی دیر گفتگو رہی۔ کیا پتہ تھا کہ حافظ صاحب کے ساتھ آخری ملاقات ہے۔ ۲۱/ اکتوبر کو اڑتی سی بات سنی کہ حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا مگر تسلی نہیں ہوئی۔ رات کو اچانک مولوی محمد علی صدیقی گھر آیا تو بغیر بیان کے دیکھ کر ماتھا ٹھنکا۔ بتایا کہ حافظ صاحب کا جنازہ کروڑ لے کر آیا ہوں اور دفنانے سے فارغ ہو کر آیا ہوں۔ بے ساختہ انا للہ و انا الیہ راجعون زبان سے نکلا۔ حافظ صاحب سے دوستی آخر دم تک قائم رہی کہ آخری لمحات میں میرا بیٹا برابر شامل رہا۔ حافظ صاحب کی خدمات لکھنے کے قابل ہیں۔ مگر حافظ صاحب اور بندہ چھوٹے آدمیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا کون یاد کرے گا۔ صرف اتنی دعا ہے کہ ختم نبوت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی خدمات کو قبول فرما کر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین ثم آمین)۔ ●●

شہاب نامہ سے ایک دلچسپ واقعہ

"ہالینڈ میں پہنچ کر محکمہ پروٹوکول کے ایک افسر نے مجھے برسبیل تذکرہ یہ بتایا کہ اگر ہم سور کے گوشت (پورک ہیم بیکن وغیرہ) سے پرہیز کرتے ہیں تو بازار سے بنا بنایا قیمہ نہ خریدیں کیونکہ بنے ہوئے قیمے میں اکثر ہر قسم کا ملا جلا گوشت شامل ہوتا ہے۔ اس انتباہ کے بعد ہم لوگ ہالینڈ کے استقبالیوں کا ایک من بھاتا کھاجا قیمے کی گولیاں Meat Balls کھانے سے اجتناب کرتے تھے۔ ایک روز قصر امن Peace Palace میں بین الاقوامی عدالت عالیہ کا سالانہ استقبالیہ تھا۔ چودھری ظفر اللہ خان بھی اس عدالت کے جج تھے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ قیمے کی گولیاں سرکے اور رائی کی چٹنی میں ڈبو ڈبو کر مزے سے نوش فرما رہے ہیں۔ میں نے عفت سے کہا کہ آج تو چودھری صاحب ہمارے میزبان ہیں۔ اس لئے قیمہ بھی ٹھیک ہی منگوایا ہو گا۔ وہ بولی ذرا ٹھہرو پہلے پوچھ لینا چاہئے۔

ہم دونوں چودھری صاحب کے پاس گئے۔ سلام کر کے عفت نے پوچھا چودھری صاحب یہ تو آپ کی ریسپشن ہے۔ قیمہ تو ضرور آپ کی ہدایت کے مطابق منگوایا گیا ہو گا؟

چودھری صاحب نے جواب دیا کہ ریسپشن کی انتظامیہ کا محکمہ الگ ہے۔ قیمہ اچھا ہی لائے ہوں گے۔ لو یہ کباب چکھ کر دیکھو۔

عفت نے ہر قسم کے ملے جلے گوشت کا خدشہ بیان کیا' تو چودھری صاحب بولے بعض موقعوں پر بہت زیادہ کرید میں نہیں پڑنا چاہئے' حضور کا فرمان بھی یہی ہے۔

دین کے معاملات میں عفت بے حد منہ پھٹ عورت تھی۔ اس نے نہایت تیکھے پن سے کہا یہ فرمان آپ کے حضور کا ہے یا ہمارے حضورؐ کا؟

ہیگ میں ہمارے قیام کے دوران چودھری صاحب کا معمول تھا کہ اتوار کے روز شام کے چار بجے ہم کار بھیج کر انہیں اپنے ہاں لے آتے تھے۔ رات کا کھانا کھا کر نو بجے کے قریب ہم انہیں ان کے فلیٹ میں واپس پہنچا آتے تھے۔ ان کی یادداشت غضب کی تیز تھی اور ان کی زندگی کے مختلف ادوار کے متعلق ان کی گفتگو نہایت دلچسپ ہوتی تھی۔ ایک دو گھنٹے وہ ہمارے ساتھ انتہائی انہماک سے Scrabble بھی کھیلا کرتے تھے۔ انگریزی زبان پر اس قدر عبور حاصل ہونے کے باوجود وہ دوسروں کے حروف پر کن انکھیوں سے نظر ڈالنے سے دریغ نہ کرتے تھے' اور ان چھوٹی چھوٹی چالاکیوں سے بازی جیت کر وہ بچوں کی طرح خوش ہوا کرتے تھے۔

جس روز وہ پہلی بار ہمارے ہاں آئے' ثاقب انہیں دیکھ کر بے حد حیران ہوا۔ اس کی عمر اس وقت دو برس کی تھی۔ چند روز قبل ہم اسے ہالینڈ کے سب سے بڑے چڑیا گھر کی سیر کروا کر لائے تھے۔ چودھری ظفر اللہ خان کے سرخ و سفید چہرے پر سفید داڑھی اور سر پر سرخ رومی ٹوپی دیکھ کر وہ زور سے بولا کیا یہ ببر شیر ہے؟

چودھری صاحب طبعاً چھوٹے بچوں میں بالکل کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اس لئے ہر اتوار کو جب وہ چار پانچ گھنٹے ہمارے ہاں گزارتے تھے' تو اتنا عرصہ ثاقب قدرتی طور پر نظر انداز رہتا تھا۔ یہ بات اس پر اتنی شاق گزرتی تھی کہ وہ دل ہی دل میں ان کے خلاف شدید دشمنی کے جذبات پالتا رہتا تھا۔ ان جذبات کا اظہار کرنے کے لئے وہ دو موقعوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ ایک تو یہ کہ چودھری صاحب کے ارد گرد منڈلا کر وہ زیر لب بڑبڑایا کرتا تھا "تو ڈر کر پکا کر کھا جاؤں گا۔" عفت نے ثاقب کو بہت ڈانٹا ڈپٹا' ڈرایا دھمکایا کہ وہ معزز مہمان کے قریب جا کر ایسی بدتمیزی کی باتیں نہ کرے' لیکن وہ کبھی باز نہ آیا۔ البتہ غنیمت یہ ہوئی کہ چودھری صاحب اس کا یہ فقرہ کبھی سمجھ ہی نہ پائے۔ ٹھیک ساڑھے پانچ بجے چودھری صاحب دودھ کے ایک گلاس میں شہد کے دو چمچے ملا کر پیا کرتے تھے جونہی ان کے لئے دودھ کا گلاس لایا جاتا ثاقب بھی ضرور کہیں نہ کہیں سے آ کر عین سامنے کھڑا ہو جاتا تھا۔ جیسے ہی وہ شہد کا دوسرا چمچہ دودھ میں ڈالنے لگتے تھے۔ ثاقب چلا کر کہتا تھا "بس بس ختم ہو جائے گا۔" ہم نے اس کو اس حرکت سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی' لیکن بے سود۔

ہیگ میں محمود ربانی نام کا ایک لبنانی نوجوان بھی رہائش پذیر تھا۔ اس کا بہت بڑا اور وسیع کاروبار تھا اور وہ نہایت امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ چودھری ظفر اللہ خان کی دوسری بیگم بشریٰ کا بھائی تھا۔ کچھ عرصہ قبل چودھری صاحب اور بشریٰ بیگم کے درمیان علیحدگی ہو چکی تھی۔ کسی وجہ سے محمود ربانی چودھری صاحب کا مداح نہ تھا بلکہ ان کے خلاف معاندانہ اور سوقیانہ گفتگو کرنے کے موقع کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ وہ کئی بار میرے پاس آیا اور چودھری صاحب کی ذات کو الف لیلوی انداز سے بے نقاب کرنے کی پیشکش کی لیکن میں اسے خوش اسلوبی سے ٹالتا رہا البتہ ہیگ میں ایسے افراد کی کمی نہ تھی جو محمود ربانی کو ہاتھوں ہاتھ لے کر ظفر اللہ خان جیسی بین الاقوامی شہرت کے مالک اور عدالت کے جج کی کردار کشی کی داستانوں کو چٹخارے لے لے کر سننے کے شوقین نہ ہوں۔"

("شہاب نامہ" از قدرت اللہ شہاب ص۱۰۶۷ تا ۱۰۶۹۔ شائع کردہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

جامع توحید گلشن حدید میں عظیم الشان جلسہ ختم نبوت

نمائندہ خصوصی کے قلم سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے قیامت کے نزدیک نازل ہوں گے' مولانا اللہ وسایا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کوئی سیاسی مقاصد نہیں ہیں' مولانا محمد علی صدیقی

قادیانی مرتد ہیں' حکومت ان پر قانون ارتداد نافذ کرے' مولانا سید صادق شاہ

ہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شانہ بشانہ کام کریں گے' مولانا احسان ہزاروی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ جامع مسجد توحید گلشن حدید میں ہوا۔ جلسہ کی کاروائی تلاوت قرآن سے ہوئی۔ قاری سید انور شاہ نے تلاوت کی۔ بعد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کوئی سیاسی مقاصد نہیں ہیں۔ یہ جماعت نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کی بقا کے لئے کام کر رہی ہے اور جب تک ہماری جان میں جان ہے' ہم نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کی بقاء کے لئے جنگ لڑتے رہیں گے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے تین تحریکیں چلیں ۱۹۵۳ء' ۱۹۷۴ء' ۱۹۸۴ء اور اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ مولانا نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۳ء کی جب تحریک چل رہی تھی وہ تحریک خالصتاً" قادیانیوں کے خلاف تھی' اس لئے کہ قادیانی اپنے ناپاک عزائم کے ساتھ ملک عزیز جس کو انتہائی قربانیوں سے حاصل کیا اس میں فتنہ اور فساد پھیلانا چاہتے تھے" اس سلسلہ میں جو تحریک چلی تو ملک عزیز میں ہی تقریباً" چودہ ہزار مسلمانوں کو ختم نبوت کا نام لینے پر شہید کردیا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جب سے یہ جماعت بنی ہے اس جماعت کو وقت کے ولی کامل سرپرست ملے جن کی تفصیل یہ ہے پہلے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ' مولانا محمد علی جالندھریؒ' مولانا لال حسین اخترؒ' مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ' حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی ہیں۔

مولانا سید صادق شاہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی اسلام اور ملک کے دشمن ہیں اور اس ملک میں بدامنی کی فضا پھیلانا چاہتے ہیں خصوصاً اسٹیل ملز میں قادیانی شرارت کرتے ہیں اور اگر اسی طرح کرتے رہے تو پھر حالات زیادہ نازک ہوجائیں گے۔ شاہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے مزید کہا کہ قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کو نبی مان کر ارتداد کا عمل کیا ہے اور مرتد کی قانونی اور اسلامی سزا سزائے موت ہے۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ قادیانیوں پر ارتداد کی سزا فوری طور پر نافذ کرے۔ شاہ صاحب نے اسٹیل ملز میں قادیانیوں کی سازشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں نے بار بار مجھے نکالنا چاہا لیکن جب بھی کسی قادیانی افسر یا قادیانی نواز نے مجھے نکالنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ختم نبوت کی برکت سے خود وہ افسر زیر عتاب آیا اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیاب رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا اللہ وسایا نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ اہم نشانی ہے کہ قیامت سے پہلے تین آدمی آئیں گے۔ ایک آدمی کا ظہور ہونا ہے' ایک کا نزول ہوگا اور ایک کا خروج ہوگا۔ جس کا ظہور ہوگا اس کا نام حدیث میں نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر بتلایا ہے کہ نام محمد ہوگا لقب مہدی ہوگا۔ والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا (یعنی عبداللہ) والدہ کا نام میری والدہ کے نام پر ہوگا (یعنی آمنہ) میرے خاندان سے ہوگا۔ اور جس آدمی کا نزول ہوگا اس کا نام عیسیٰ علیہ السلام ہے اور جس کا خروج ہوگا اس کا نام دجال ہے۔ اس کی ایک آنکھ بے نور ہوگی اور انڈے کی طرح باہر ہوگی اور دوسری آنکھ پچکی ہوئی ہوگی اور اندر کی طرف ہوگی پوری دنیا میں فساد پیدا کرے گا پوری دنیا میں جائے گا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دجال صرف مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ اللہ تعالیٰ مکہ اور مدینہ کے باہر فرشتے متعین کریں گے جو اسے اندر شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت مہدی مدینہ میں پیدا ہوں گے۔ مکہ میں آئیں گے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے شام کے ابدال کی جماعت شناخت کرے گی۔ بیعت ہوگی آپ کو مسلمانوں کا امیر بنائیں گے سات سال تک زندہ رہیں گے اس دوران دجال کا خروج ہوگا اور دمشق کی جامع مسجد میں حضرت مہدی تشریف لائیں گے۔ نماز پڑھانے کی خاطر کھڑے ہوں گے اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھ کر آسمانوں سے نازل ہوں گے۔ دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر اتریں گے اور سیڑھی لگائی جائے گی۔ نماز حضرت امام مہدی کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ پھر جہاد کے لئے نکلیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ حضرت مہدی دو سال بعد انتقال کرجائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۴۵ سال دنیا میں زندہ رہیں گے۔ شادی کریں گے۔ اولاد ہوگی۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر موت آئے گی اور میرے روضہ میں دفن ہوں گے۔ اس کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ قربان جاؤں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی شان پر کہ دائیں بھی نبی ہوگا اور بائیں بھی نبی ہوگا۔ مولانا نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ شخصیات کے نام ہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ نہیں وہ دونوں ایک ہی شخصیت کے نام ہیں اور وہ میں ہوں حالانکہ ان شخصیات میں اور مرزا قادیانی میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ مرزا قادیانی کا نام الگ ان کا الگ' ان کا نسب اور مرزا قادیانی کا اور' لہٰذا کچھ بھی ہوجائے مرزا قادیانی کسی طرح بھی نہ نبی بن سکتا ہے نہ مہدی نہ عیسیٰؑ۔

آخر میں مولانا احسان اللہ ہزاروی نے تقریر کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا شکریہ ادا کیا اور مولانا اللہ وسایا صاحب کی خدمات پر ان کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ مولانا ہزاروی نے مولانا اللہ وسایا کو یقین دلایا کہ ہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شانہ بشانہ کام کریں گے اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے مولانا نے کہا کہ اسٹیل ملز میں قادیانی شرارت کررہے ہیں لہٰذا وہ باز آجائیں ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ جلسہ کے انتظامات بھائی محمد جعفر نے سرانجام دیئے۔ جلسہ مولانا اقبال اللہ کی دعا پر ختم ہوا۔

Sualin
A HERBAL CURE FOR COUGH, COLDS AND BRONCHITIS
DOSES
ONE TO TWO TABLETS FOUR TIMES A DAY
نہایت موثر اجزا کے اضافے کے ساتھ
نئے اسٹرپ پیک میں
نئی، مفید ترین
شعالین
گزشتہ ساٹھ سال سے انکشافاتِ حاضرہ اور انکشافاتِ جدیدہ سے ہم آہنگ
کھانسی، نزلہ و زکام کے لیے سب سے مفید اور سب سے موثر کھانسی کی ٹکیاں
انکشافاتِ ماضی اور انکشافاتِ جدیدہ نے ہر طرح ثابت کر دیا ہے کہ نباتات ہی ہیں جو جسمِ انسانی میں کوئی غیر طبعی ہنگامہ آرائی کیے بغیر شفائے امراض کا سامان کرتی ہیں۔
ہمدرد اس اندازِ فکر کا پُرجوش حامی رہا ہے۔ ملکی اور عالمی سطح پر۔ تحقیقاتِ نباتات کو ہمدرد نے اپنا موضوع بنائے رکھا ہے۔
آج ساری دنیا بھرپور اعترافات کے ساتھ نباتات سے شفائے امراض پر متوجہ ہو چکی ہے۔ اسی لیے شعالین جس طرح پاکستان میں ایک بہترین دوائے شافی کے طور پر مقبول ہے اسی طرح دنیا بھر میں شعالین کو قبولِ عام حاصل ہے۔
خاص طور پر تیار کردہ نئی اسٹرپ پیکنگ۔ تاکہ شعالین کے نازک ضروری اجزا مکمل طور پر محفوظ رہیں
اور استعمال پر شعالین تیر بہدف ثابت ہو۔
شعالین
SUALIN
شعالین اسٹرپ کے علاوہ
پچاس قرص کی شیشی میں
بھی دستیاب ہے
شعالین جوشاندے کا جوہر ہے۔ تین ٹکیاں گرم پانی میں ڈال کر نوشِ جاں کیجیے۔ نزلہ، زکام اور کھانسی سے راحت پائیے۔
جب کھانسی کا ٹھسکا ہو، ایک ٹکیہ شعالین منہ میں ڈال کر چوسیے۔ منٹوں میں راحت پائیے۔ ہر قسم کی کھانسی کے لیے مفید ترین۔ شعالین
مدینۃ الحکمۃ
تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں، اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔
ہمدرد
Adams-SUA-1/93

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مجلس عمومی کا اجلاس

۱۳ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس صدیق آباد کے موقع پر جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس عمومی کا اجلاس ۱۴/اکتوبر ۱۹۹۴ء بروز جمعہ ساڑھے نو بجے صبح منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم نے کی۔

اجلاس میں ملک بھر سے ۱۸۵ منتخب اراکین مجلس عمومی نے شرکت کی۔

تلاوت کلام پاک کے بعد گزشتہ اجلاس کی کارروائی پڑھ کر سنائی گئی اور صدر اجلاس نے اس پر توثیقی دستخط فرمائے۔

مولانا اللہ وسایا نے گزشتہ سہ سالہ کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ اجلاس سے حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے خطاب کرتے ہوئے اجلاس کی غرض و غایت اور جماعت کی پالیسی و ذمہ داری بیان فرمائی۔

مولانا نے فرمایا کہ آج ہم ربوہ کی زمین پر محمد عربی ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی جماعت کے آئندہ تین سالوں کے امیر مرکزیہ و نائب امیر کا انتخاب کرنے کے لئے جمع ہیں۔ اس موقع پر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک مذہبی تنظیم ہے اس کا ملکی مروجہ سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یوم تاسیس سے آج تک یہ وہ بنیادی اصول ہے جس کی پابندی ہمارے ذمہ لازم ہے۔ ہمارے بزرگوں نے کبھی عہدوں کی تمنا و آرزو نہیں کی۔ وہ ان چیزوں سے بلند و بالا شخصیات تھے۔ جب رفقاء نے ان کے سروں پر قیادت کا بوجھ رکھ دیا تو انہوں نے اس ذمہ داری کو دین اور مسلمانوں کی ضرورت سمجھ کر نبھایا۔

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ چھ سال تک عالمی مجلس کے امیر رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی حضرت مولانا جالندھری کو اور حضرت جالندھری حضرت قاضی صاحب کو امیر بنانا چاہتے تھے۔ چھ سے نو ماہ تک برابر ہر دو حضرات ایک دوسرے کو قائل کرتے رہے۔ بالآخر حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قاضی صاحب کو ایک رقت آمیز خط تحریر کیا۔ جس پر حضرت قاضی صاحب امارت کے لئے آمادہ ہوئے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہمارے بزرگ عہدوں کی تمنا نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے پر دوسرے کو ترجیح دیتے تھے۔ حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی تین سال آٹھ ماہ ستائیس دن عالمی مجلس کے امیر رہے ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع، شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری، مفکر اسلام مولانا شمس الحق افغانی، حضرت خواجہ خان محمد صاحب کو امارت کے لئے آمادہ کرنے کی بھرپور محنت کی مگر ان تمام بزرگوں نے اس کام کے لئے حضرت مولانا محمد علی جالندھری کو موزوں قرار دے کر ان کو امیر بنایا۔ آپ ۴سال ۸ماہ ۲۹دن عالمی مجلس کے امیر رہے۔ آپ کے وصال کے بعد مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ۱سال ایک ماہ بیس دن امیر رہے۔ مناظر اسلام کی وفات کے بعد حضرت فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحب عرصہ چھ ماہ کے لئے عارضی امیر رہے۔ اسی دوران میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے امارت قبول کرنے کے لئے درخواست کی گئی۔ آپ نے اس شرط پر امارت قبول فرمائی کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب جماعت کے نائب امیر ہوں گے۔

حضرت بنوریؒ کی رحلت کے بعد حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم عالمی مجلس کے امیر بنے اور آج کے دن (۱۴ اکتوبر) دو دن کم سترہ سال سے وہ عالمی مجلس کے امیر چلے آرہے ہیں۔ ہر تین سال بعد جماعت کا نیا انتخاب ہوتا ہے۔ دراصل یہ تجدید عہد ہوتا ہے۔ ورنہ جو شخص ایک دفعہ امیر بن جائے وہ شرعاً امیر ہوتا ہے۔ ہماری جماعت کے تمام امراء تاحیات عالمی مجلس کے امیر رہے۔ آج ہم سب شرکاء مل کر حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو امیر مرکزیہ اور حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو نائب امارت کے مناصب قبول فرمانے کے لئے درخواست کرتے ہیں تاکہ مجلس کی روایت زندہ رہے اور تمام رفقاء کی طرف سے تجدید عہد ہو جائے۔ اس پر سب نے بالاتفاق ہر دو بزرگوں سے مندرجہ بالا درخواست کی، جسے دونوں بزرگوں نے شرف قبولیت سے نوازا اور یوں عالمی مجلس کا آئندہ سہ سالہ کے لئے امیر مرکزیہ اور نائب امیر اول کا انتخاب مکمل ہوا۔ انتخابی عمل مکمل ہونے کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔

حضرت لدھیانوی کا خطاب

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہم نے فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے یوم تاسیس سے اب تک قادیانیت کا تعاقب کرتی چلی آرہی ہے۔ قادیانیت کا فتنہ اتنا سنگین ہے کہ شاید اس سے بڑا فتنہ سوائے مسیح دجال کے اور کوئی نہ ہو۔ چونکہ یہ فتنہ بڑا سنگین تھا اس کے مقابلہ میں اللہ پاک نے اکابر امت کے دل میں القاء فرمایا۔ انجمن خدام الدین کے جلسہ میں حضرت امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعتؒ قرار دے کر انہیں اس محاذ پر لگایا اور علامہ کشمیریؒ نے شاہ جیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ شاہ جیؒ تھر تھر کانپ رہے تھے اور فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی غلامی اور بیعت میں لے لیا ہے۔ شاہ جیؒ پاکستان سے پہلے سیاسی اور مذہبی کام کرتے رہے۔ شاہ جیؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان بنائی اور تازیست امیر مرکزیہ رہے۔ انہوں نے فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلسل بااقبال ہے۔ تمام اکابر کی توجہات مجلس کی طرف مبذول رہی ہیں۔ جہاں شاہ جیؒ، قاضی صاحبؒ، مولانا جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ مجلس کے امیر رہے ہیں۔ جو اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم سترہ سال سے مجلس کے امیر چلے آرہے ہیں۔ وہاں حضرت رائے پوریؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت درخواستیؒ تازیست مجلس کی سرپرستی فرماتے رہے۔ آج بھی ہمیں اپنے بزرگوں کی دعاؤں کے سہاروں کے ذریعہ کام کرنا ہے۔

مجلس عمومی کے دیگر فیصلے

○... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دستور پر جدید حالات کے پیش نظر، نظر ثانی و ترمیم و اضافہ اور دستور کو رجسٹرڈ کرانے کے لئے حضرت امیر مرکزیہ اور نائب امیر پر مشتمل کمیٹی بنائی گئی۔ وہ جو مناسب ترمیم فرمائیں گے، وہ مجلس عمومی کی طرف سے منظور شدہ ہوں گی۔

○... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا پندرہ روزہ سالانہ رد قادیانیت کورس جو پندرہ شعبان سے تیس شعبان تک دفتر مرکزیہ ملتان میں منعقد ہوتا ہے، اس سال وہ صدیق آباد (ربوہ) میں منعقد ہوگا۔ اس کے لئے تمام مقامی جماعتیں بھرپور کوشش کریں گی۔

حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کی ہدایات و دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

KHAT ME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی "دار المبلغین" کے زیر اہتمام

پندرہ روزہ سالانہ "رد قادیانیت کورس"

۱۵ر شعبان تا ۳۰ر شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۶ر جنوری تا ۳۱ر جنوری ۱۹۹۵ء
بمقام مدرسہ و دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ) ضلع جھنگ

○ عالمی مجلس کی مجلس عمومی نے اس سال فیصلہ کیا کہ سالانہ "رد قادیانیت کورس" صدیق آباد (ربوہ) میں ہوگا۔

○ اس کورس میں ممتاز علماء کرام، مناظرین اسلام، اسکالر حضرات لیکچر دیں گے۔

○ اس کورس میں شریک حضرات کو رہائش، خوراک، کاپی پنسل کے علاوہ عالمی مجلس کی کتب کا منتخب سیٹ اور ڈیڑھ صد روپیہ نقد وظیفہ دیا جائے گا۔

○ کورس میں شرکت کے لئے علماء، خطباء، دینی مدارس کے سال چہارم سے اوپر کے طلباء، انڈر میٹرک یا اس سے اوپر کے اسکولوں و کالجوں کے اسٹوڈنٹس، سرکاری و غیر سرکاری ملازمین اور جدید تعلیم یافتہ حضرات درخواستیں بھجوا سکتے ہیں۔

○ ہر روز چار وقت کلاسیں لگیں گی۔ ۱۔ صبح کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ۔ ۲۔ آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے دن۔ ۳۔ بعد از ظہر تا عصر۔ ۴۔ مغرب یا عشاء کے بعد دو گھنٹے (گویا ہر روز نو سے دس گھنٹہ تک تعلیم ہوگی)۔ جسمانی ورزش و تعلیم دفاع عصر تا مغرب علاوہ ازیں ہوگی۔

○ اس کورس میں شریک ہونے والے حضرات کو دلائل و براہین سے پندرہ روز میں اتنا مسلح کر دیا جائے گا کہ وہ چلتے پھرتے ختم نبوت کاز کے مبلغ و مجاہد ثابت ہوں گے۔

○ عالمی مجلس کے اس تاریخ ساز فیصلہ پر عملدر آمد کرنا ہر مسلمان، تمام مقامی جماعتوں، مبلغین حضرات و اراکین شوریٰ و اراکین مجلس عمومی کا فرض اولین ہے۔

○ دینی مدارس کے مہتمم حضرات و شیوخ حدیث سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس مہم میں عالمی مجلس کی سرپرستی فرمائیں۔

○ تمام رفقاء آج سے محنت شروع کریں۔ رفقاء کو اس غنیمت موقع سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے تیار کریں۔ ان کی فہرستیں بنائیں اور سادہ کاغذ پر جملہ کوائف کے ساتھ ان کی درخواستیں ذیل کے پتہ پر ملتان بھجوائیں۔

○ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا لازمی ہے۔

الداعی :- عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
مرکزی دفتر۔ حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان۔ فون نمبر۔ ۴۰۹۷۸